



## SCAN TO JOIN & FOLLOW US (WhatsApp Channel)



### عقائد

عقائد ان امور کو کہتے ہیں جن کی نفس تصدیق کرتے اور اس پر دلوں کو اطمینان نصیب ہوتا ہے اور اہل عقیدہ کے ہاں وہ یقینی ہوتے ہیں جس میں کسی قسم کا شک و شبہ نہیں ہوتا۔

اور لغت میں عقیدہ مادہ (عقد) سے ماخوذ ہے جس کا مدار لازم اور تاکید، پختگی پر ہے ۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے :

اللہ تعالیٰ تمہیں ان قسموں پر نہیں پکڑے گا جو پختہ نہ ہوں ہاں اس کی پکڑ اس چیز پر ہے جو تمہارے دلوں کا فعل ہو ۔

اور قسموں کی پختگی دل کے قصد اور اس کے عزم کے ساتھ ہوتی ہے کہاجاتا ہے کہ (عقد الحبل) یعنی اس نے رسی کو گرہ لگائی ( یعنی ایک دوسرے کے ساتھ باندھا ۔

اور الاعتقاد : یہ عقد سے ہے جس کا معنی باندھنا اور مضبوط کرنا ہے کہتے ہیں کہ (اعتقدت کذا) میں یہ اعتقاد بنایا ( یعنی اس کام میں نے دل میں عزم کیا، تو اعتقاد پختہ ذہن کا حکم ہے ۔

شرعی اصطلاح میں عقیدہ یہ ہے کہ :



ایسے امور جن کا مسلمان پر اپنے دل میں عقیدہ رکھنا واجب اور ان پر بغیر کسی شک و شبہ کے پختہ ایمان رکھنا واجب ہو ۔

کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان امور کا بطریق وحی اپنی کتاب میں یا پھر اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کر کے بتایا ہے ۔

اور عقیدے کے اصول جن کے اعتقاد کا اللہ تعالیٰ نے ہمیں حکم دیا ہے وہ اس فرمان میں مذکور ہیں :

رسول ایمان لایا اس چیز پر جو اس کی طرف اللہ تعالیٰ کی جانب سے نازل ہوئی اور مومن بھی ایمان لائے یہ سب اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتوں پر اور اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے ہم اس کے رسولوں میں کسی ایک میں بھی تفریق نہیں کرتے انہوں نے کہہ دیا کہ ہم نے سنا اور اطاعت کی اے ہمارے رب ! ہم تیری بخشش کے طلبگار ہیں اور ہمیں تیری طرف ہی لوٹنا ہے ۔

اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تحدید مشہور حدیث جبریل علیہ السلام میں اس قول کے ساتھ فرمائی ہے (ایمان یہ ہے کہ : کہ تو اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتوں اور اس کی کتاب اور اس کی ملاقات اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے اور دوسری دفعہ اٹھنے پر ایمان لائے) ۔

تو اسلام میں عقیدہ یہ ہوا کہ : وہ مسائل علمیہ جن کے متعلق اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے صحیح خبر دی گئی اور جن کا مسلمان اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کرتے ہوئے اعتقاد رکھنا واجب ہے ۔

واللہ اعلم ۔

### توحید کا لغوی معنی:

توحید وَحْدٌ یُّوَحَّدُ کا مصدر ہے۔ جب کسی چیز کو ایک ہی شمار کیا [گردانا] جائے۔ اس کی مثال:  
\* جب آپ یہ کہیں کہ گھر سے کوئی ایک بھی نہ نکلے سوائے ایک محمد کے۔  
تو گویا کہ گھر سے نکلنے کے لیے آپ نے اکیلے محمد کو بطور خاص ذکر کیا ہے۔  
\* اور جب یوں کہیں کہ مجلس سے کوئی ایک بھی نہ اٹھے سوائے خالد کے۔  
تو گویا کہ آپ نے مجلس سے اٹھنے کے لیے اکیلے خالد کو خاص کیا ہے۔

### توحید کا شرعی معنی:

شرعی معنی کے لحاظ سے اللہ تعالیٰ کو اس کی:

۱۔ ربوبیت میں

۲۔ الوہیت میں

۳۔ اسماء و صفات میں



منفرد، یکتا اور اکیلا مانا جائے۔

### توحید کی اقسام

توحید کی تین اقسام ہیں:

۱۔ توحید ربوبیت

۲۔ توحید الوہیت

۳۔ توحید اسماء و صفات

### توحید کی ہر قسم کا معنی اور اس کی دلیل

توحید کی قسم:

### توحید ربوبیت

اس کا معنی:

اللہ تعالیٰ کو یکتا ماننا۔ (۱) پیدا کرنے میں۔ (۲) بادشاہی میں۔ (۳) اور تدبیر میں۔ یا بالفاظ دیگر یوں کہہ سکتے ہیں: اللہ تعالیٰ کو اس کے افعال میں اکیلا ماننا۔ اللہ تعالیٰ کے افعال کی مثالیں: پیدا کرنا، روزی دینا، زندگی اور موت دینا، بارش پرسانا، اور درخت اگانا۔

اس کی دلیل:

﴿أَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْأَمْرُ﴾، ﴿لِلَّهِ مُلْكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ﴾، ﴿قُلْ مَنْ يَرْزُقُكُمْ مِنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ أَمَّنْ يَمْلِكُ السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ وَمَنْ يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَمِيتِ وَيُخْرِجُ الْمَمِيتَ مِنَ الْحَيِّ وَمَنْ يُدَبِّرُ الْأَمْرَ فَسَيَقُولُونَ اللَّهُ فَقُلْ أَفَلَا تَتَّقُونَ﴾

### توحید الوہیت:

اسے توحید عبادت بھی کہا جاتا ہے۔

اس کا معنی:

بندوں کے افعال میں اللہ تعالیٰ کو یکتا ماننا۔ جیسا کہ نماز و روزہ، حج اور توکل، نذر کہا جاتا ہے۔ اور خوف و محبت اور امید اور دیگر امور۔

اس کی دلیل:

﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ﴾، ﴿وَاعْبُدُوا اللَّهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا﴾، ﴿وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَسُولٍ إِلَّا نُوحِي إِلَيْهِ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدُونِ﴾،



## توحید اسماء و صفات

اس کا معنی:

یعنی اللہ تعالیٰ کے وہ اوصاف بیان کیے جائیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کے لیے بیان کیے ہیں۔ یا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی جو صفات کمال و جمال بیان کی ہیں انہیں بغیر کسی مثال اور کیفیت کے بیان کرنا۔

اس کی دلیل:

﴿لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَبُؤ السَّمِيعُ الْبَصِی...﴾

## اہم ترین فوائد

پہلا فائدہ: توحید کی تینوں اقسام آپس میں ایک دوسرے کو لازم و ملزوم ہیں۔ ان میں سے کوئی ایک قسم بھی دوسری سے جدا نہیں کی جاسکتی۔ جو کوئی توحید کی کوئی ایک قسم بجا لائے اور دوسری کو چھوڑ دے تو وہ موحد نہیں ہوسکتا۔

دوسرا فائدہ: یہ بات جان لینی چاہیے کہ جن کفار سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاد کیا تھا؛ وہ توحید ربوبیت کا اقرار کرتے تھے۔ وہ اس بات کا اعتراف کرتے تھے کہ بیشک اللہ تعالیٰ ہی خالق و مالک ہے، وہی روزی دینے والا ہے؛ وہی زندگی اور موت دینے والا ہے۔ نفع اور نقصان اسی کے ہاتھ میں ہے۔ وہی تمام نظام کی تدبیر کرتا ہے لیکن اس کے باوجود وہ اسلام میں داخل نہیں ہوسکے۔ اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

﴿قُلْ مَنْ يَرْزُقُكُمْ مِنَ السَّمَاءِ وَ الْأَرْضِ أَمَّنْ يَمْلِكُ السَّمْعَ وَ الْأَبْصَارَ وَ مَنْ يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَمِيتِ وَ يُخْرِجُ الْمَمِيتَ مِنَ الْحَيِّ وَ مَنْ يُدَبِّرُ الْأَمْرَ فَسَيَقُولُونَ اللَّهُ فَقُلْ أَفَلَا تَتَّقُونَ﴾

”آپ پوچھیں: وہ کون ہے جو تم کو آسمان اور زمین سے رزق پہنچاتا ہے، یا وہ کون ہے جو کانوں اور آنکھوں پر پورا اختیار رکھتا ہے اور وہ کون ہے جو زندہ کو مردہ سے نکالتا اور مردہ کو زندہ سے نکالتا ہے اور وہ کون ہے جو تمام امور کی تدبیر کرتا ہے؟ ضرور وہ یہی کہیں گے: اللہ۔ تو ان سے پوچھیں: پھر کیوں نہیں ڈرتے؟“

تیسرا فائدہ: توحید الوہیت ہی انبیائے کرام علیہم السلام کی دعوت کا موضوع رہا ہے۔ کیونکہ یہی وہ بنیاد ہے جس پر تمام اعمال قائم ہوتے ہیں۔ توحید الوہیت کی حقیقت بجالانے

بغیر تمام اعمال ضائع ہو جاتے ہیں۔ اس لیے کہ جب توحید نہ پائی جائے تو اس کی جگہ شرک آجاتا ہے۔ مرسلین اور منکرین کے درمیان جھگڑے کا بنیادی محور و مرکز یہی نکتہ تھا۔ پس انسان پر واجب ہوتا ہے کہ اس پر بھر پور دھیان دے، ان مسائل کو اچھی طرح سے پڑھے اور اس کے اصولوں کو سمجھے۔

## اہمیت توحید و فضائل

۱۔ توحید اسلام کا سب سے بڑا رکن:



اسلام کا سب سے بڑا ستون اور رکن توحید ہے۔ کسی انسان کے لیے اس وقت تک اسلام میں داخل ہونا ممکن نہیں جب تک وہ توحید کی گواہی نہ دے۔ اور جب تک توحید کا اقرار اور اس کے علاوہ باقی تمام چیزوں کی نفی نہ کر لے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

”اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے:

((شَهَادَةُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ، وَإِقَامُ الصَّلَاةِ، وَإِيتَاءُ الزَّكَاةِ، وَصَوْمُ رَمَضَانَ، وَحُجُّ الْبَيْتِ))

”اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں، اور نماز قائم کرنا، زکوٰۃ دینا، رمضان کے روزے رکھنا، اور بیت اللہ کا حج کرنا۔“ (متفق علیہ)

### ۲۔ توحید سب سے اہم اور پہلا واجب:

توحید سب سے اہم اور پہلا واجب ہے۔ اسے باقی تمام اعمال پر اولیت حاصل ہے۔ اور اپنی عظیم الشان منزلت اور انتہائی اہمیت کی وجہ سے تمام اہم امور پر سبقت رکھتی ہے۔ توحید کی دعوت سب سے پہلی دعوت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو جب یمن بھیجا تو آپ نے فرمایا:

”تم اہل کتاب کی ایک قوم کے پاس جا رہے ہو۔ سب سے پہلے انہیں لا الہ الا اللہ کے اقرار کی دعوت دینا۔“ ایک روایت میں ہے: ”سب سے پہلے اس

بات کی گواہی دینا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی توحید بجالائیں۔“ (متفق علیہ)

### ۳۔ توحید اور قبولیت اعمال:

توحید کے بغیر عبادات قبول نہیں ہوتیں۔ عبادات کے صحیح ہونے کے لیے توحید اہم ترین شرط ہے۔ عبادت کو اس وقت تک عبادت نہیں کہا جاسکتا جب تک اس میں توحید نہ ہو جیسے نماز کو اس وقت تک نماز نہیں کہا جاسکتا جب تک اسے پاکیزگی کے ساتھ ادا نہ کیا جائے۔ جب اس میں شرک داخل ہو جاتا ہے تو عبادت تباہ و برباد ہو جاتی ہے جیسا کہ اگر طہارت کی حالت میں کوئی حدت پیش آجائے تو طہارت باقی نہیں رہتی۔ توحید کے بغیر عبادت شرک بن جاتی ہے۔ جس کی وجہ سے عمل تباہ و برباد ہو جاتا ہے۔ اور اس عمل کے کرنے والا ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جہنمی قرار پاتا ہے۔

### ۴۔ توحید دنیا و آخرت میں امن و ہدایت کا سبب:

اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

{الَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يَلْبِسُوا إِيمَانَهُمْ بِظُلْمٍ أُولَٰئِكَ لَهُمُ الْأَمْنُ وَهُمْ مُهْتَدُونَ} [الأنعام: ۸۲]

”جو لوگ ایمان رکھتے ہیں اور اپنے ایمان کو شرک کے ساتھ مخلوط نہیں کرتے۔ ایسوں ہی کے لئے امن ہے اور وہی راہ راست پر چل رہے ہیں۔“

یہاں پر ظلم سے مراد شرک ہے، جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے واضح کیا ہے۔ [1]



[1] بخاری ۴۸۴/۲ عن عبد الله بن مسعود رضي الله عنه. آیت میں یہاں ظلم سے مراد شرک ہے، جیسا کہ ترجمہ سے واضح ہے۔ حدیث میں آتا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ظلم کا عام مطلب (کوٹاہی، غلطی، گناہ اور زیادتی وغیرہ) کو سمجھا، جس سے وہ پریشان ہو گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آکر کہنے لگے: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم میں سے کون شخص ایسا ہے جس نے ظلم نہ کیا ہو، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اس ظلم سے مراد وہ ظلم نہیں جو تم سمجھ رہے ہو بلکہ اس سے مراد شرک ہے جس طرح حضرت لقمان علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو کہا: (إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ) (لقمان: ۱۳) یقیناً شرک ظلم عظیم ہے۔“

امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”یہی وہ لوگ ہیں جو صرف ایک اللہ وحدہ لا شریک کی عبادت بجاتے رہے۔ اور اللہ کے ساتھ کسی بھی چیز کو شریک نہیں ٹھہرایا یہ لوگ قیامت کے دن امن میں ہوں گے اور دنیا و آخرت میں راہ ہدایت پر ہوں گے۔“

چنانچہ جو کوئی توحید کو پوری طرح سے بجالانے گا؛ اس کے لیے پورا پورا امن اور بھرپور ہدایت ہوگی اور بغیر کسی عذاب کے جنت میں داخل ہو جائے گا۔ شرک سب سے بڑا ظلم ہے جب کہ توحید سب سے بڑا عدل ہے۔

## ۵. توحید جنت میں داخلے کا سبب:

جنت میں داخل ہونے اور جہنم کے عذاب سے نجات پانے کا بنیادی سبب توحید ہی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَنْ قَالَ: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ وَأَنَّ عِيسَى عَبْدُ اللَّهِ وَرَسُولُهُ وَكَلِمَتُهُ أَلْقَاهَا إِلَى مَرْيَمَ وَرُوحٌ مِنْهُ وَأَنَّ الْجَنَّةَ حَقٌّ وَأَنَّ النَّارَ حَقٌّ أَدْخَلَهُ اللَّهُ الْجَنَّةَ عَلَى مَا كَانَ مِنَ الْعَمَلِ))

[متفق علیہ]

”جو اس بات کا قائل ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بندے اور اس کے رسول اور کلمہ ہیں جو اس نے مریم علیہا السلام کی طرف القاء کیا تھا اور روح اللہ ہیں اور یہ کہ جنت حق ہے اور دوزخ حق ہے؛ تو اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل کریں گے، خواہ اس کے اعمال کیسے بھی ہوں۔“

نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا ہے:

”بیشک جو انسان اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے لیے لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کا اقرار کرے اللہ تعالیٰ نے اس پر جہنم کی آگ کو حرام کر دیا ہے۔“

[متفق علیہ]

## ۶. توحید دنیا و آخرت کی تکالیف سے نجات کا سبب:

علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”توحید اس کے دوستوں اور دشمنوں کو خوف سے نجات دلانے والی ہے۔“

الف: دشمنوں کے متعلق: پس توحید اللہ کے دشمنوں کو بھی دنیا کی تکالیف اور سختیوں سے نجات دلانے کا سبب ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:



﴿فَإِذَا رَكِبُوا فِي الْفُلِكِ دَعَوْا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ فَلَمَّا نَجَّيَهُم إِلَى الْبَرِّ إِذَا بِهِمْ يُشْرِكُونَ﴾  
[العنكبوت: ٢٥]

”پس جب وہ لوگ کشتیوں میں سوار ہوتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ہی کو پکارتے ہیں اس کے لئے عبادت کو خالص کر کے؛ پھر جب وہ انہیں خشکی کی طرف بچا لاتاہے تو اسی وقت شرک کرنے لگتے ہیں۔“

ب: جہاں تک دوستوں کا تعلق ہے: تو انہیں دنیاوی آخرت کی تکالیف اور سختیوں سے نجات دیتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے بندوں میں اس کی سنت ہے۔ پس توحید جیسی کوئی چیز نہیں جس سے سختیوں کا مقابلہ کیا جاسکے۔ یہی وجہ ہے کہ مصائب کی دعاؤں میں اللہ تعالیٰ کی توحید پائی جاتی ہے۔ جیسا کہ یونس علیہ السلام کی دعا؛ جب کوئی بھی پریشان حال اس دعا کے ساتھ اللہ کے سامنے گریہ و زاری کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس توحید کے سبب اس کی پریشانیوں کا ازالہ کرتے ہیں۔

انسان کو پریشانیوں اور مشکلات سے دو چار کرنے والی سب سے بڑی مصیبت شرک کی بیماری ہے۔ اس سے نجات صرف توحید کی بدولت ہی ممکن ہے۔ توحید ہی تمام مخلوق کے لیے حقیقی پناہ گاہ اور ان کے لیے مضبوط قلعہ اور ان کی حقیقی مدد ہے۔

## ۷۔ جنات اور انسانوں کے پیدا کرنے کی حکمت توحید:

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ﴾  
[الذاریات: ۵۶]

”اور میں نے جن اور انسان کو صرف اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے۔“

عبادت کے لئے: ... یعنی اللہ تعالیٰ کی توحید بجا لانے کے لیے۔

پس جتنے بھی رسول بھیجے گئے، اور جتنی بھی کتابیں نازل کی گئیں اور جتنی بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے شریعتیں آئیں اور جتنی بھی مخلوقات پیدا کی گئیں ان سب کا مقصد یہ تھا کہ تمام مخلوقات کو چھوڑ کر صرف ایک اللہ تعالیٰ کی توحید بجالانی جائے۔

## [نوٹ]:

... توحید کے جملہ فضائل و فوائد میں سے یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تمام مخلوق کے سامنے اسے نجات عطا کریں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ”قیامت کے دن پوری کائنات کے سامنے ایک شخص کو بلایا جائے گا اور اس کے سامنے اُس کے ۹۹ دفتر [رجسٹر] برائیوں کے رکھ دینے جائیں گے۔ ہر دفتر اتنا لمبا چوڑا ہو گا کہ جہاں تک نظر کام کرتی ہے... مگر اسے کہا جائے گا...: ”تمہاری ایک نیکی ہمارے پاس محفوظ ہے تم پر آج ظلم نہیں کیا جائے گا، اس کا ایک کاغذ کا پرزہ نکالا جائے گا جس پر لکھا ہو گا: ”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ“ گناہ گار بندہ عرض کرے گا کہ یا اللہ اتنے بڑے بڑے دفتروں کے مقابلے میں ایک کاغذ کے پرزے کی کیا حیثیت ہے؟ جواب ملے گا کہ آج تجھ پر ذرہ بھر ظلم نہ ہو گا۔ چنانچہ وہ بڑے بڑے دفتر ترازو کے ایک پلڑے میں اور کاغذ کا وہ پرزہ دوسرے پلڑے میں رکھ کر جب وزن کیا جائے گا تو لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کے کاغذ والا پلڑا بھاری ہو جائے گا۔“ (ترمذی)۔



\* سیدنا انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: (قَالَ اللَّهُ تَعَالَى يَا بَنَ آدَمَ لَوْ أَتَيْتَنِي بِقُرَابِ الْأَرْضِ خَطَايَا ثُمَّ لَقَبْتَنِي لَا تَشْرِكُ بِي شَيْئًا لَأَتَيْتُكَ بِقُرَابِهَا مَغْفِرَةً)

”اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اے ابن آدم! اگر تو میرے پاس گناہوں سے پوری زمین بھر کر لے آئے، پھر اس میں شرک نہ ہو تو میں اسی مقدار میں بخششیں تیرے پاس لے آؤں گا۔“ (ترمذی)

\* سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے ہیں کہ جناب موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا: اے میرے رب! مجھے ایسی چیز بتا جس سے میں تیری یاد کروں اور تجھ سے دعا کیا کروں۔“ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے موسیٰ! لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ پڑھا کر۔ جناب موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی کہ اے میرے رب: اسے تو تیرے سب بندے پڑھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے موسیٰ! سوائے میرے اگر ساتوں آسمان اور ان کے باشندے اور ساتوں زمینیں، ترازو کے ایک پلڑے میں رکھ دیئے جائیں اور دوسرے پلڑے میں صرف لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ رکھ کر وزن کیا جائے تو لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ والا پلڑا بھاری ہو گا۔ اس حدیث کو ابن حبان اور حاکم نے روایت کیا ہے اور حاکم نے اس کو صحیح قرار دیا ہے۔ اور امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ یہ حدیث حسن ہے۔

\* بخاری و مسلم میں سیدنا عتبّان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”فَإِنَّ اللَّهَ حَزَمَ عَلَى النَّارِ مَنْ قَالَ: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ يَبْتَغِي بِذَلِكَ وَجْهَ اللَّهِ“... ”جو شخص اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کا اقرار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دوزخ کے عذاب کو حرام کر دیتا ہے۔“

## لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کا معنی و مفہوم

\* اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

﴿شَهِدَ اللَّهُ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ وَالْمَلَائِكَةُ وَأُولُو الْعِلْمِ قَائِمًا بِالْقِسْطِ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ﴾ [آل عمران: ۱۸]

”اللہ تعالیٰ، فرشتے اور اہل علم اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور وہ عدل کو قائم رکھنے والا ہے، اس غالب اور حکمت والے کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔“

اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿فَاعْلَمْ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ﴾ [محمد: ۱۹]

”سو (اے نبی) آپ یقین کر لیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔“

\* اس کا معنی: اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی بھی معبود برحق نہیں۔

\* چند دوسرے باطل معانی:

۱۔ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔ یہ معنی باطل ہے، اس لیے کہ جس کی بھی بندگی کی جائے خواہ وہ حق ہو یا باطل؛ وہ معبود اور الہ ہے۔

۲۔ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی خالق نہیں۔ یہ اس کے معنی کا ایک جزء ہے۔ لیکن مقصود یہ نہیں، اگر لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کا یہی معنی ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی قوم کے مابین اختلاف نہ ہوتا، اس لیے کہ وہ تو اس چیز کا اقرار کرتے تھے۔





۳۔ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کی حاکمیت نہیں۔ یہ بھی اس کے معانی کا ایک جزء ہے، لیکن یہ کافی نہیں، اس سے مقصود حاصل نہیں ہو رہا، اس لیے کہ اگر اللہ تعالیٰ کو اکیلا حاکم مانا جائے اور اس کے ساتھ غیر کی بندگی بھی کی جائے تو توحید حاصل نہیں ہوتی۔

\* کلمہ کے ارکان: اس کے دو ارکان ہیں:

۱۔ تمام معبودوں کی نفی (لَا إِلَهَ) یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا جتنے بھی معبودوں کی بندگی کی جاتی ہے ان سب کا انکار کیا جائے۔

۲۔ اللہ تعالیٰ کے لیے بندگی کا اثبات: (إِلَّا اللَّهُ)

عبادت کو صرف اللہ وحدہ لا شریک کے لیے ثابت کیا جائے۔ اس کی دلیل یہ آیت ہے:

﴿فَمَنْ يَكْفُرْ بِالطَّاغُوتِ وَيُؤْمِنْ بِاللَّهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقَىٰ﴾

”جس نے طاغوت کا انکار کیا اور اللہ تعالیٰ پر ایمان لایا تو اس نے مضبوط کڑے کو تھام لیا۔“ [1] [البقرہ: ۲۵۶]

﴿فَمَنْ يَكْفُرْ بِالطَّاغُوتِ﴾ یہ نفی ہے۔ ﴿وَيُؤْمِنْ بِاللَّهِ﴾ یہ اثبات ہے۔

نیز اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ لِأَبْنَيْهِ وَقَوْمِهِ إِنَّنِي بَرَاءٌ مِّمَّا تَعْبُدُونَ ۖ إِلَّا الَّذِي فَطَرَنِي فَإِنَّهُ سَيَهْدِينِ﴾ [الزخرف: ۲۶-۲۷]

”اور جب ابراہیم نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے کہا: بے شک میں ان چیزوں سے بالکل بری ہوں جن کی تم عبادت کرتے ہو۔ سوائے اس کے جس نے مجھے پیدا کیا، پس بے شک وہ مجھے ضرور راستہ دکھائے گا۔“

﴿إِنَّنِي بَرَاءٌ مِّمَّا تَعْبُدُونَ﴾ یہ نفی ہے۔ ﴿إِلَّا الَّذِي فَطَرَنِي﴾ یہ اثبات ہے۔

\* لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کا اقرار انسان کو کب فائدہ دے گا:

- ۱۔ جب انسان اس کے معنی کو سمجھے۔
- ۲۔ جب اس کے مقتضی پر عمل کرے (غیر اللہ کی بندگی ترک کر کے صرف ایک اللہ کی بندگی کرے)

[1] کڑے سے مراد لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ یعنی توحید ہے۔ ایک صحیح حدیث میں ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((من قال لا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ و كفر بما يعبد من دون الله فقد حرم ماله ودمه و حسابه على الله عز وجل)) ”جس نے لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کا اقرار کیا اور اللہ تعالیٰ کے علاوہ تمام معبودوں کا انکار کر لیا تو اس کا مال، اس کی جان، محفوظ ہے اور (قیامت میں) اس کا حساب اللہ کے ہاں ہوگا۔“ (مسلم)

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کی شروط

- پہلی شرط: ... ”علم، جو کہ جہالت کے منافی ہو۔“
- دوسری شرط: ... ”یقین، جو کہ شک کے منافی ہو۔“
- تیسری شرط: ... ”اخلاص، جو کہ شرک کے منافی ہو۔“
- چوتھی شرط: ... ”صدق، جو کہ جھوٹ کے منافی ہو۔“
- پانچویں شرط: ... ”محبت، جو کہ بغض کے منافی ہو۔“
- چھٹی شرط: ... ”سر تسلیم خم کرنا، جو کہ ترک کے منافی ہو۔“
- ساتویں شرط: ... ”قبول، جو کہ رد کے منافی ہو۔“



آٹھویں شرط: ... ”غیر اللہ کا انکار۔“

ان شرائط کی تفصیل:

۱. علم: ... اس کا معنی یہ ہے کہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کے نفی و اثبات کے معانی کا علم ہو۔ [1]



[1] اللہ تعالیٰ کے متعلق یہ علم اس لئے ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ایک ہونے اور اکیلے ہی مستحق عبادت ہونے سے لاعلمی بندے کے قبول اسلام میں رکاوٹ ہے، اس لئے کسی بھی انسان پر اسلام قبول کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور مستحق عبادت ہونے کا علم لازم ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ((مَنْ مَاتَ وَبَوَّ يَعْلَمُ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ)) جو اس حال میں مر گیا کہ وہ اس بات کا علم رکھتا تھا کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے تو یہ آدمی جنت میں داخل ہوگا۔ (مسلم) ابو مظہر وزیر کہتے ہیں کہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ ایک گواہی ہے اور جو شخص کسی بات کی گواہی دے رہا ہو تو اس پر لازم ہوتا ہے کہ وہ اس بات سے واقف ہو جس بات کی گواہی دے رہا ہے، لہذا جو مسلمان لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کا اقرار کر رہا ہے اسے اس شہادت اور گواہی کے بارے میں علم ہونا چاہیے اس لئے کہ اس کا حکم اللہ نے دیا ہے۔ الوہیت صرف اسی کیلئے واجب ہے کوئی دوسرا اس کا حق نہیں رکھتا۔ اس طرح اس کلمہ سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ طاغوت کا انکار لازم ہے اللہ تعالیٰ پر ایمان ضروری ہے جب کوئی انسان تمام مخلوق سے الوہیت کی نفی کر کے صرف اللہ کے لئے اسے ثابت کرنا ہے تو یہ کفر بالطاغوت اور ایمان باللہ ہے۔ (الدار السنۃ ۲/۲۱۶) شیخ عبداللہ بن عبدالرحمن ابابطین کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿هَذَا بَلَاغٌ لِلنَّاسِ وَلِيُنذَرُوا بِهِ وَلِيَعْلَمُوا أَنَّمَا بُو إِلَهٌ وَاحِدٌ وَلِيَذْكُرُوا أَنَّهُمْ أَكْبَرُوا﴾ (الأنبياء: ۵۲) ”یہ لوگوں تک پہنچانا ہے اور تاکہ اس کے ذریعہ سے (یہ انبیاء) لوگوں کو متنبہ کریں اور لوگ یہ جان لیں کہ وہ اکیلا معبود برحق ہے اور تاکہ عقل مند نصیحت حاصل کریں۔“ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ﴿وَلِيَعْلَمُوا أَنَّمَا بُو إِلَهٌ وَاحِدٌ﴾ فرمایا ہے جس کا معنی ہے تاکہ وہ اللہ کی وحدانیت کا علم حاصل کریں، یہ نہیں فرمایا کہ ﴿وَلِيَقُولُوا أَنَّمَا بُو إِلَهٌ وَاحِدٌ﴾ وہ کہیں کہ وہ اللہ ہی اکیلا معبود ہے، یعنی صرف زبانی کہنا کافی نہیں؛ بلکہ اس کا جاننا اور علم رکھنا ضروری ہے۔ دوسری آیت میں فرمایا: ﴿إِلَّا مَنْ شَهِدَ بِالْحَقِّ وَهُمْ يَعْلَمُونَ﴾ (الزخرف: ۸۶) ”جس نے حق کی گواہی دی اور وہ اس کا علم بھی رکھتا ہو۔“ علامہ ابن سعدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”علم میں دل کا اقرار ضروری ہے یعنی اس سے جس چیز کا مطالبہ کیا گیا ہے اسے کے معانی، مطالبہ جانتا ہو، اور اس کے تقاضوں کے مطابق عمل بھی کرتا ہو۔ اور یہ علم جس کا حکم اللہ تعالیٰ نے دیا ہے یعنی علم توحید؛ اس کا حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض عین ہے۔ کوئی شخص اس سے مستثنیٰ نہیں۔“ جب یہ بات اچھی طرح معلوم ہو جائے کہ ہر قسم کی عبادت کا مستحق صرف اللہ تعالیٰ ہے، تو وہ عبادت کا کوئی کام کسی دوسرے کیلئے بجا نہ لائے۔ ارشاد ربانی ہے: ﴿إِلَّا مَنْ شَهِدَ بِالْحَقِّ وَهُمْ يَعْلَمُونَ﴾ (الزخرف: ۸۶) ”مگر جس نے حق بات کا اقرار کیا، اور اسے علم بھی ہو۔“ (شیخ بن سعدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”جس نے زبان سے گواہی دی؛ دل سے اقرار کیا؛ اور اس کے معنی و مفہوم کا علم حاصل کیا؛ وہ شفاعت کا مستحق ہوگا۔“ یعنی جس بات کا زبان سے اقرار کر رہے ہیں اس کے بارے میں علم بھی ہو۔ علماء نے اس آیت اور اسی طرح کی دوسری آیات سے استدلال کیا ہے کہ انسان پر سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کے بارے میں معلومات حاصل کرنا واجب ہے لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کا علم حاصل کرنا بھی فرائض میں سے ہے اور اس کلمہ کے معنی سے لاعلمی سب سے بڑی جہالت ہے۔ [2] یعنی توحید اور لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کے معنی و مطلب کو سمجھنے کے بعد اس پر یقین رکھنا اس میں کسی قسم کا شک نہ کرنا اس بات پر دل سے یقین کرنا کہ اللہ ہی تمام قسم کی عبادت کا اکیلا مستحق ہے اس میں ذرا سا بھی شک یا تردد نہ کرے۔ اللہ تعالیٰ نے مؤمنین کی یہی تعریف کی ہے اور انہیں اپنے دعویٰ ایمان میں سچا قرار دیا ہے۔ اس طرح ایک حدیث شریف میں آتا ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جس نے یہ گواہی دی کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں محمد اللہ کا رسول ہوں اور پھر اس گواہی میں شک نہیں کیا تو وہ شخص جنت میں داخل ہوگا۔“ (صحیح مسلم) اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے سچے ایمان کے لیے یہ شرط لگائی ہے کہ مومن کا ایمان ہر قسم کے شک و شبہ سے بالاتر ہو۔ کیونکہ شک کرنا منافقین کی صفت ہے نہ کہ مومنین کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((أشهد أن لا إله إلا الله وأني رسول الله، لا يلقي الله بهما عبد غير شاكٍ فيهما دخل الجنة)) (مسلم) ”میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں؛ اور میں (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کا رسول ہوں؛ یہ دو گواہیاں ایسی ہیں کہ جو انسان ان کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے اس حالت میں ملے گا کہ اسے ان کے بارے میں کوئی شک و شبہ نہ ہو، تو وہ سیدھا جنت میں داخل ہوگا۔“ ”شک کے تین مراتب ہیں: ریب:.... دونوں متقابل چیزوں کے درمیان ایسے متردد ہونا کہ انسان اپنی مرضی سے ان میں سے کسی ایک کو دوسری پر ترجیح نہ دے سکے۔ تہمت:.... کسی پراس کی براءت کا یقین ہو کر بھی ناحق الزام لگانے کو۔ مرہ:.... جب انسان دو متقابل چیزوں کے درمیان متردد ہو۔ لیکن کسی ایک کو اپنے نفس امارہ کی وجہ سے ترجیح بھی دے۔ عربی لغت میں ”ریب“ شک کے قریب تر معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ کیونکہ اس میں شک کے ساتھ بد گمانی یا وہم ہوتا ہے، اور پھر یہ وہم ختم بھی ہو جاتا ہے۔ اللباب فی علوم الکتاب ۱/ ۲۶۸؛ روح المعانی ۱/ ۱۰۶۔ علامہ نسفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”ریب“ کا معنی ہے: دل کی بے چینی اور اضطراب، قلق نفس۔ تفسیر نسفی ۱/ ۳۸۔ شک سے اتنی سختی کے ساتھ ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ کھلم کھلا کفر اور اسلام دشمنی تک جتنے بھی گناہ ہیں ان کی اصل اور پیش خیمہ شک ہے۔ پہلے دل میں توحید اور دین حق کے بارے میں شکوک و شبہات پیدا ہوتے ہیں، جو اسے راہ حق سے ہٹکا دیتے ہیں حقیقت میں گمراہی کے یہ چار درجے ہدایت کے چار درجوں کے مقابلہ میں آتے ہیں: ۱۔... شک: جس کا بیان گزر چکا؛ یہ انابت اور رجوع الی اللہ کے مقابلہ میں آتا ہے۔ ب:.... ضلالت: جب توحید اور دین حق سے متعلق شکوک و شبہات کا ازالہ نہ کیا جائے تو پھر انسان گمراہی کا شکار ہو جاتا ہے، اور راہ حق چھوڑ کر راہ باطل اختیار کر لیتا ہے۔ یہ درجہ ہدایت کے مقابلہ میں ہے۔ ج:.... جدال: گمراہ شخص اپنے باطل عقائد و نظریات کو صحیح ثابت کرنے کے لیے اہل حق سے جھگڑا و رمجادلہ کرتا ہے، اور حق بات کو جھٹلاتا اور رد کرتا ہے۔ یہ درجہ استقامت کے مقابلہ میں ہے۔ د:.... مہر جباریت: (دل پہ مہر): یہ درجہ ربط قلب کے مقابلہ میں آتا ہے۔ جب آدمی حق کے مقابلہ میں جھگڑا کرتا ہے اور تمام عقلی و نقلی دلائل سے راہ حق واضح ہو جانے کے بعد اس کو نہیں مانتا؛ اور ضد و عناد پر ٹٹا رہتا ہے، تو اس کے دل پر مہر لگ جاتی ہے؛ پھر کفر و نفاق دل سے باہر نہیں نکل سکتا، اور حق بات دل میں داخل نہیں ہوسکتی۔ اس انسان سے ہدایت کی توفیق سلب ہو جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان تمام امور کو ایک آیت میں بیان کیا ہے؛ فرمایا: ﴿وَلَقَدْ جَاءَ كُمْ يُوسُفُ مِنْ قَبْلُ بِالْبَيِّنَاتِ فَمَا زُلْتُمْ فِي شَكٍّ مِمَّا جَاءَ كُمْ بِهِ حَتَّىٰ إِذَا بَلَكَ ثَلَاثُ لَيَالٍ يَخْلَعُ لَكُمْ يَتَوَكَّأُ فِي الْعَرْسِ الْمَكِينِ وَمِنْ ثَمَرَاتِ النَّارِ هُنَّ حَوْلَهُ يُدْعَىٰ الْمَلِكُ يَوْمَئِذٍ زُلَيْفَىٰ ۚ ذَٰلِكُمْ فَتَنُ يَوْمَئِذٍ يُفَصِّلُ الْوَحْيَ لَكُمْ ۚ إِنَّكُمْ كُنْتُمْ لَمِنَ الْمُخَلِّينَ﴾ [یوسف: ۲۱-۲۵] اور اس سے پہلے یوسف علیہ السلام تمہارے پاس کھلے دلائل لے کر آئے، مگر تم پھر بھی ان کی لائی ہوئی دلیل میں شک و شبہ ہی کرتے رہے؛ یہاں تک کہ جب ان کی وفات ہو گئی تو کہنے لگے: ان کے بعد تو اللہ تعالیٰ کسی رسول کو نہیں بھیجے گا؛ ایسے ہی اللہ تعالیٰ گمراہ کرتا ہے جو حد سے بڑھ جانے والا اور شک و شبہ کرنے والا ہو۔ وہ لوگ جو بغیر کسی دلیل کے جو ان کے پاس آئی ہو، اللہ تعالیٰ کی آیات میں جھگڑا کرتے ہیں؛ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اور مومنوں کے نزدیک یہ تو بہت بڑی بیزاری کی چیز ہے؛ اللہ تعالیٰ ایسے ہی ہر ایک مغرور سرکش کے دل پر مہر کر دیتا ہے۔“ یعنی ایسا یقین جس کیساتھ انسان کے دل میں کوئی بے چینی، اضطراب، قلق، اور وہم یا بد گمانی دین اسلام یا شریعت محمدیہ کے متعلق باقی نہ رہے؛ اس معاملہ میں زیادہ تفصیل بیان کرنے کی ضرورت اس وجہ سے پیش آتی کہ موجودہ دور میں ہر طرف سے دین اسلام پر انگلیاں اٹھانی جارہی ہیں، ان حالات میں ایک عام مسلم نوجوان شکوک و شبہات کا شکار ہو جاتا ہے۔ اور یہی شک ہر فتنہ کی اصل بنیاد اور کفر کے درجہ تک پہنچا دینے والی چیز ہے۔ [2] اس طرح اخلاص کا معنی یہ بھی ہے کہ لا إله إلا الله کا اقرار کسی اور کی خاطر کسی اور کی خوشنودی کے لئے نہ ہو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: ((فَإِنَّ اللَّهَ حَرَّمَ عَلَى النَّارِ مَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ يَتَوَكَّأُ بِذَلِكَ وَجْهَهُ لِلَّهِ)) ”اللہ تعالیٰ نے جہنم پر حرام کر دیا ہے اس شخص کو جو لا إله إلا الله صرف اللہ کی رضا مندی کے لئے کہتا ہے۔“ (بخاری و مسلم) دوسری حدیث میں ہے آپ نے فرمایا: ((أَسْعِدِ النَّاسَ بِشَفَاعَتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ خَالِصًا مُخْلِصًا مِنْ قَلْبِهِ))۔ ”روز قیامت میری شفاعت [حاشیہ جاری ہے]

اس خوش نصیب کو حاصل ہوگی جس نے دل کے اخلاص کیساتھ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کہا ہوگا۔“ (بخاری) یعنی ایسا ایمان و عمل جس میں شرک کی آمیزش بلکہ شائبہ تک نہ ہو۔ اور کلمہ کے تقاضوں کے مطابق عمل ہو۔ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کا اقرار کرنے والے کے لیے ضروری ہے کہ جس طرح وہ اللہ تعالیٰ کی الوہیت اور وحدانیت کا اقرار کرتا ہے؛ اسی طرح غیر اللہ سے براءت کا اظہار بھی کرے۔ اور یہی حقیقی معنی اور روح ہے ”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ“ کے اقرار کی؛ اسی وجہ سے اس کلمہ کو کلمہ اخلاص بھی کہتے ہیں۔ شرعی معنی کی رو سے ہر عبادت کے کام کو ہر قسم کے شرک اور ریاکاری سے بچاتے ہوئے صرف اللہ تعالیٰ کے لیے خاص کرنا؛ فرمان الہی ہے: ﴿إِنَّا أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ فَاعْبُدِ اللَّهَ مُخْلِصاً لَهُ الدِّينَ ٥ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ﴾ (الزمر: ۲۳) ”(اے پیغمبر!) ہم نے یہ کتاب آپ کی طرف سچائی کے ساتھ نازل کی ہے تو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو (یعنی) اس کی عبادت کو (شرک سے) خالص کر کے دیکھو خالص عبادت اللہ ہی کے لئے (زیبا ہے)۔“ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں: ”یعنی تم اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کرو جو اکیلا ہے، اور اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ اور لوگوں کو بھی اس کی طرف دعوت دو۔ انہیں آگاہ کرو کہ عبادت کا مستحق اللہ تعالیٰ ہی ہے؛ نہ ہی اس کا کوئی شریک ہے اور نہ ہی ہمسر؛ اس کے ہاں صرف اخلاص کی بنیاد پر کی جانے والی عبادت ہی قبول ہے۔“ (تفسیر ابن کثیر: ۴/۴۹) یہی تعلیم ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و افعال میں ملتی ہے؛ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ”میں تمام شریکوں کے شرک سے بے نیاز ہوں اور جو شخص کوئی ایسا عمل کرے جس میں وہ میرے ساتھ کسی اور کو شریک کرے تو میں اسے اور اس کے شرک کو چھوڑ دیتا ہوں۔“ (مسلم)

ایک اور مقام پر فرمایا ہے: ((مَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ صَادِقًا مِنْ قَلْبِهِ دَخَلَ الْجَنَّةَ)) (مسند احمد) ”جس نے سچے دل سے لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کہہ دیا وہ جنت میں داخل ہو جائے گا۔“ مگر جو شخص زبان سے اقرار کرتا ہے مگر دل سے کلمہ کے مطالب سے انکاری ہے تو فقط زبانی اقرار کا کوئی نتیجہ مرتب نہیں ہوتا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے منافقین کے متعلق فرمایا ہے؛ وہ کہتے ہیں: ((نشهد انك لرسول الله)) ”ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔“ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَاللَّهُ يَعْلَمُ إِنَّكَ لَرَسُولُهُ وَاللَّهُ يَشْهَدُ إِنَّ الْمُنَافِقِينَ لَكَاذِبُونَ﴾ (المنافقون: ۱) ”اللہ بھی جانتا ہے کہ آپ اس کے رسول ہیں اور اللہ یہ بھی گواہی دیتا ہے کہ منافقین جھوٹے ہیں۔“ اسی طرح ایک اور آیت میں بھی اللہ نے ایسے لوگوں کی تکذیب کی ہے؛ فرمایا: ﴿يَوْمَ النَّاسِ مَنْ يَقُولُ آمَنَّا بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِينَ﴾ (البقرہ: ۸) ”کچھ لوگ ایسے ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے ہیں حالانکہ وہ مومن نہیں ہیں۔“

جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَاعْلَمْ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ﴾ [محمد: ۱۹]

”جان لیجیے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں ہے۔“

۲۔ دوسری شرط یقین جو کہ شک کے منافی ہو:

... اس کا معنی یہ ہے کہ: یہ کلمہ کہنے والے کو پختہ یقین ہو کہ معبود برحق صرف اور صرف ایک اللہ ہی ہے۔ [2]

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوا وَ جَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أُولَئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ﴾ [الحجرات: ۱۵]

”بے شک مومن وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے اور پھر شک نہیں کیا اور اپنے اموال اور اپنی جانوں سے اللہ کی راہ میں جہاد کیا یہی لوگ سچے ہیں۔“

۳۔ تیسری شرط: ... اخلاص: اس کا مطلب یہ ہے کہ ہر قسم کی عبادت صرف اللہ تعالیٰ

کے لئے خالص ہو اور کسی بھی قسم کی عبادت کو غیر اللہ کے لئے نہ بجالائے۔ [2]



[2] اس طرح اخلاص کا معنی یہ بھی ہے کہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کا اقرار کسی اور کی خاطر کسی اور کی خوشنودی کے لئے نہ ہو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: ((فَإِنَّ اللَّهَ حَرَّمَ عَلَى النَّارِ مَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ يَتَّبِعِي بِذَلِكَ وَجْهَ اللَّهِ)) "اللہ تعالیٰ نے جہنم پر حرام کر دیا ہے اس شخص کو جو لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ صرف اللہ کی رضا مندی کے لئے کہتا ہے۔" (بخاری و مسلم) دوسری حدیث میں ہے آپ نے فرمایا: ((أَسْعِدِ النَّاسَ بِشَفَاعَتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ خَالِصًا مُخْلِصًا مِنْ قَلْبِهِ))۔ "روز قیامت میری شفاعت [حاشیہ جاری ہے] جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَمَا أَمُرُوا إِلَّا لِیَعْبُدُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّینَ حُنَفَاءَ﴾ [البینہ: ۵]

"انہیں صرف یہی حکم دیا گیا ہے کہ اللہ کی عبادت کریں اس کے لئے دین کو خالص کرتے ہوئے یکسو ہو کر۔"

۴۔ چوتھی شرط: صدق جو کذب کے منافی ہو... یعنی کلمہ توحید کے اقرار میں انسان سچا ہو، اس کی زبان سے اقرار اور دل سے تصدیق میں مطابقت ہونی چاہیے۔ فرمان الہی ہے:

﴿إِنَّمَا أَحْسِبَ النَّاسُ أَنْ يَبْرُكُوا أَنْ يَقُولُوا آمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُونَ ۚ وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلَيَعْلَمَنَّ اللَّهُ الَّذِينَ صَدَقُوا وَلَيَعْلَمَنَّ الْكَاذِبِينَ﴾ [العنکبوت: ۱ تا ۳] [1]

"الم۔ کیا لوگوں نے گمان کیا ہے کہ وہ اسی پر چھوڑ دیے جائیں گے کہ کہہ دیں ہم ایمان لائے اور ان کی آزمائش نہ کی جائے گی۔ حالانکہ بلاشبہ ہم نے ان لوگوں کی بھی آزمائش کی جو ان سے پہلے تھے، سو اللہ تعالیٰ ہر صورت ان لوگوں کو جان لے گا جنہوں نے سچ کہا اور ان لوگوں کو بھی ہر صورت جان لے گا جو جھوٹے ہیں۔" [2]

[1] ۵۔ پانچویں شرط: محبت جو بغض کے منافی ہو... اس کا معنی یہ ہے کہ جب آپ اس کلمہ کا اقرار کریں تو دل سے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم؛ اس کلمہ اور اس کے معانی و مدلول سے محبت کرتے ہوں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَتَّخِذُ مِنْ دُونِ اللَّهِ أَندَادًا يُحِبُّونَهُمْ كَحُبِّ اللَّهِ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَشَدُّ حُبًّا لِلَّهِ﴾ (البقرة: ۱۶۵) "کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو اللہ کے علاوہ معبود بناتے ہیں ان سے ایسی محبت کرتے ہیں جیسی اللہ سے کرنی چاہیے اور ایمان والے اللہ سے شدید محبت رکھتے ہیں۔" [2]

[2] اس کلمہ کی [اور اس کی روشنی میں توحید الہی کی] محبت دل میں اتنی ہو جو ہر نفرت کو فنا کر دے اور انسان توحید ربانی کی خاطر اپنا تن من دھن سب کچھ قربان کرنے کے لیے تیار ہو۔ منافقین کی طرح نہ ہو جو زبان سے تو اس کا اقرار کرتے ہیں مگر دل میں یقین نہیں رکھتے۔ مشرکین مکہ کی طرح بھی نہ بنے کہ کلمہ کا معنی و مفہوم تو سمجھتے تھے مگر اس کلمہ کو قبول نہیں کرتے تھے۔ نیز اس کلمہ کے تقاضوں کی روشنی میں ایسی اطاعت کرے جو کہ صحیح اسلام کے لئے لازم و ضروری ہے۔ جو شخص ان باتوں پر یقین کرے اور ان پر عمل کرے تو وہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کے معانی و مطالب کو سمجھنے میں ذرا سی بھی تاخیر نہیں کرے گا اور پھر وہ دین پر عمل علی وجہ البصیرت کرے گا دین پر ثابت قدم رہے گا اور کبھی سیدھی راہ سے بھٹکے گا نہیں۔ (ان شاء اللہ) (الدرء السینیۃ کتاب التوحید 2/255)۔ اس سے مراد یہ بھی ہے کہ اس کلمہ کے معنی اور مطالب کی محبت دل میں پیوستہ ہو۔ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ہر ایک چیز پر غالب اور ہر ایک محبت سے زیادہ ہو۔ اور ان لوگوں سے بھی محبت ہو جو لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ پر کاربند اور اس کے تقاضوں کو پورے کرنے والے ہوں۔ غرض کہ محبت اور نفرت، دوستی اور دشمنی اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کے معیار پر قائم کی جائے۔

۶۔ چھٹی شرط: ... تابعداری: اس کا معنی یہ ہے کہ صرف ایک اللہ وحدہ لا شریک کی عبادت کی جائے اور اس کی شریعت کے سامنے سر تسلیم خم کیا جائے، اور اس شریعت کے برحق ہونے کا اعتقاد رکھا جائے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان گرامی ہے:

﴿وَأَنِيبُوا إِلَى رَبِّكُمْ وَأَسْلُمُوا لَهُ﴾ (الزمر: ۵۴)

"اور اپنے رب کی طرف پلٹ آؤ اور اس کے مطیع ہو جاؤ۔" [1]



۷. ساتویں شرط: ... قبول جو انکار کے منافی ہو: یعنی توحید اور لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کے معنی کو سمجھنے کے ساتھ ساتھ اسے؛ اور جن معانی پر یہ کلمہ دلالت کرتا ہے انہیں بھی قبول کرے۔ اور عبادات کو صرف اللہ کے لیے خاص کرے اور غیر اللہ کی عبادت ترک کر دے۔ [2] فرمان الہی ہے:

[1] علامہ سعدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف جلدی رجوع کا حکم دیتے ہوئے فرمایا: ﴿وَأَنِيبُوا إِلَىٰ رَبِّكُمْ﴾ سے مراد اپنے دلوں کے ساتھ رجوع ہے۔ اور ﴿وَأَسْلُمُوا لَهُ﴾: سے مراد اپنے باقی اعضاء سے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع ہے۔ کیونکہ جب انابت کے ساتھ اسلام کا ذکر بھی ہو تو اس سے مراد دل و اعضاء سے رجوع کرنا ہوتا ہے یعنی ظاہری اور باطنی طور پر انسان کامل اخلاص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتے ہوئے احکام شریعت کی پیروی کرے۔ نیک اعمال میں جلدی کرنا انابت الی اللہ کا حصہ اور اس کا مظہر ہے۔ اور یہی انسان کے بہترین اور اچھے مسلمان ہونے کی نشانی ہے، جیسا کہ فرمایا: ﴿وَمَنْ أَحْسَنُ دِينًا مِّمَّنْ أَسْلَمَ وَجْهَهُ لِلَّهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ وَاتَّبَعَ مَلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا﴾ ”اور اُس شخص سے کس کا دین اچھا ہو سکتا ہے جس نے حکم الہی کو قبول کیا اور وہ نیکوکار بھی ہے اور ابراہیم کے دین کا پیرو ہے جو یکسو مسلمان تھے۔“

[2] یعنی جب مشرکین کو لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کے اقرار اور باقی معبودوں کے انکار کی دعوت دی جاتی تو وہ کلمہ توحید اور اس کے پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں غرور اور تکبر سے کام لیتے، اور اس کی بات کو ماننے سے انکار کر دیتے۔ صرف یہی نہیں، بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر الٹے سیدھے الزام لگاتے اور تکلیف دیتے۔ مشرکین کا یہ طرز عمل ان کی سب سے بڑی بد بختی تھی جس کی وجہ سے خود انہیں بھی حق بات قبول کرنے کی توفیق نہ ہوتی اور نہ ہی وہ اپنے ماتحت اور زیر اثر لوگوں کو اسلام قبول کرنے دیتے۔ اللہ تعالیٰ نے ان تمام تر الزامات کا رد کرتے ہوئے فرمایا: ﴿بَلْ جَاءَ بِالْحَقِّ وَصَدَّقَ الْمُرْسَلِينَ﴾ ”بلکہ وہ حق لے کر آئے ہیں اور پہلے انبیاء کی تصدیق کی ہے۔“ اور نبی صفات حمیدہ کے حامل درست منہج کے داعی سچے مخیر اور واجب الاتباع والایمان ہوتے ہیں۔ ان کی بات نہ ماننا بڑی بد بختی اور شقاوت ہی شقاوت ہے؛ فرمان الہی ہے: ﴿قُولُوا آمَنَّا بِاللَّهِ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْنَا﴾ (البقرہ: ۱۳۶) ”تم کہو: ہم اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے، اور اس چیز پر ایمان لائے جو ہماری طرف اتاری گئی ہے۔“ (یعنی قرآن) اور جو اس کے باوجود ایمان نہ لائے اور آپ کے لائے ہوئے منہج اور شریعت کو قبول نہ کرے وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تو کوئی نقصان نہیں دے سکتا مگر اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کر کے اپنے آپ کو انتہائی سخت بدبختی اور شقاوت سے دو چار کر رہا ہے۔ جیسا کہ فرمان الہی ہے: ﴿فَإِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُونَكَ وَلَكِنَّ الظَّالِمِينَ بِآيَاتِ اللَّهِ يَجْحَدُونَ﴾ [الانعام: ۳۳] ”سو وہ آپ کو نہیں جھٹلاتے، لیکن یہ ظالم تو اللہ کی آیات کا انکار کرتے ہیں۔“

﴿إِنَّهُمْ كَانُوا إِذَا قِيلَ لَهُمْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ يَسْتَكْبِرُونَ. وَيَقُولُونَ آيَ نَا لَتَارِكُوا آلِهَتِنَا لِشَاعِرٍ مَّجْنُونٍ﴾ [الصافات: ۳۵]

”جب ان سے کہا جاتا تھا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے تو یہ لوگ تکبر کرتے تھے (کہتے تھے) کیا ہم ایک دیوانے شاعر کے قول پر اپنے خداؤں کو چھوڑ دیں؟“

۸. آٹھویں شرط: ... اللہ تعالیٰ کے علاوہ تمام معبودوں کا انکار: یعنی کہ غیر اللہ کی عبادت سے برأت کا اظہار کیا جائے اور اس کے باطل ہونے کا عقیدہ رکھا جائے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: [1]

﴿فَمَنْ يَكْفُرْ بِالطَّاغُوتِ وَيُؤْمِنْ بِاللَّهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقَىٰ﴾

”جس نے طاغوت کا انکار کیا اور اللہ پر ایمان لایا تو اس نے مضبوط کڑے کو تھام لیا۔“





[1] اللہ تعالیٰ کے علاوہ جن کی پوجا کی جاتی ہو، (اور وہ اس پوجا پر راضی ہوں) وہ طاغوت ہیں ؛ ان سب کا انکار کرنا، اور ان سے بغض و نفرت رکھنا واجب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ایک انسان کے سینے میں دو دل کبھی نہیں پیدا کیے ؛ ایسا نہیں ہو سکتا کہ غیر اللہ کی بھی عبادت کی جائے اور اللہ تعالیٰ کی بھی۔ غیر اللہ کی عبادت کے ساتھ جتنی بھی اللہ تعالیٰ کی عبادت ہوگی وہ سب کی سب ضائع اور بے فائدہ ہے۔ اس شرک کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ان تمام اعمال کو اکارت کر دیں گے، فرمان الہی ہے: ﴿ذَٰلِكَ هُدًى اللّٰهِ يَهْدِيْ بِهٖ مَنْ يَّشَاءُ مِنْ عِبَادِهٖ ۚ وَلَوْ اَشْرَكُوْا لَحِطَّ عَنْهُمْ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾ (الانعام: ۸۸) ”یہ اللہ تعالیٰ کی ہدایت ہے اس پر اپنے بندوں میں سے جسے چاہے اس پر چلاتا ہے اور اگر وہ لوگ شرک کرتے تو جو عمل وہ کرتے تھے سب ضائع ہو جاتے۔“ صحیح مسلم میں روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((مَنْ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَكَفَرَ بِمَا يَعْبُدُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَرَّمَ مَالَهُ وَ دَمَهُ وَ جَسَدَهُ عَلَى اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ۔)) ”جو شخص یہ کہے کہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ یعنی اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں اور اللہ تعالیٰ کے علاوہ تمام معبودان باطلہ کا انکار کرے تو اس کا جان و مال سب حرام ہو گیا اور اس کا حساب اللہ عزوجل کے سپرد ہے۔“

### شہادت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

﴿لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَؤُوفٌ رَّحِيْمٌ﴾ [التوبہ: ۱۲۸]  
 ”تمہارے پاس ایک پیغمبر تشریف لائے ہیں جو تمہیں سے ہیں تمہارے نقصان کی بات ان پر نہایت گراں گزرتی ہے جو تمہارے فائدے کے بڑے خواہش مند رہتے ہیں ایمانداروں کے ساتھ بڑے شفیق اور مہربان ہیں۔“

نیز اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّكَ لَرَسُولُهُ﴾ [المنافقون: ۱]  
 ”اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ بلاشبہ آپ یقیناً اس کے رسول ہیں۔“

اس کا معنی:

...صمیم قلب سے اعتقاد اور پختہ تصدیق جس کے ساتھ زبان کا اقرار بھی شامل ہو کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور رسول ہیں، جنہیں اللہ تعالیٰ نے تمام ثقلین جن و انس کی طرف مبعوث کیا ہے۔

اس شہادت کے ارکان: ... اس کے دو ارکان ہیں:

۱۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا اعتراف۔ اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

﴿مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ﴾ [الفتح: ۲۹]  
 ”محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں۔“

۲۔ یہ عقیدہ رکھنا کہ آپ اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں: اس کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اشرف ترین مقامات پر آپ کی صفت بندگی بیان کی ہے۔ ان میں سے ایک مقام دعوت کا بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَاِنَّهٗ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ يَدْعُوْهُ كَانُوْا يَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِ لِيَدَّ﴾ [الجن: ۱۹]  
 ”اور جب اللہ کا بندہ اللہ [1] کو پکارنے کے لیے کھڑا ہوا تو لوگ اس پر ٹوٹ پڑنے کو تیار ہو گئے۔“

پس آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں، آپ کو جھٹلایا نہیں جاسکتا۔





آپ اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں، آپ کی بندگی نہیں کی جاسکتی۔

اس کی شرائط و تقاضے:

اس کی چار شرائط ہیں:

۱۔ جو بات آپ نے بتائی ہے اس کی تصدیق کرنا۔

۲۔ حکم میں آپ کی تعمیل کرنا۔

۳۔ آپ کے منع کردہ امور سے مکمل اجتناب کرنا۔

۴۔ آپ کے بتائے ہوئے طریقہ کے مطابق اللہ کی بندگی کرنا۔

[1] اللہ کے بندہ [عبداللہ] سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اور مطلب یہ ہے کہ انس و جن مل کر چاہتے ہیں کہ اللہ کے اس نور کو اپنی پھونکوں سے بجھا دیں۔ لیکن امام ابن کثیر رحمہ اللہ نے اسے رجوع کرنا قرار دیا ہے۔ یعنی جب بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو قرآن سناتے کے لیے کھڑے ہوتے ہیں تو مسلمان بھی آپ کی طرف دوڑے آتے ہیں اور کافر بھی۔ اگرچہ دونوں کے آنے اور ہجوم کرنے کا مقصد الگ الگ اور ایک دوسرے کے برعکس ہوتا ہے۔ مسلمان ہدایت کے طالب ہیں اس لیے وہ فوراً آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف چل پڑتے ہیں اور کافر یہ چاہتے ہیں کہ وہاں شور شرابا کر کے قرآن کی آواز لوگوں کے کانوں میں نہ پڑنے دیں یا اس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر نظریں جما کر اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو گھور گھار کراتنا مرعوب کر دیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم قرآن سنانا بند کر دیں یا پھر اس لیے سننے آجاتے ہیں کہ کوئی ایسا نکتہ ہاتھ آجائے جس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جھوٹا کیا جاسکے یا مذاق اڑایا جاسکے۔

## شرک کی تاریخ

بنی آدم میں اصل چیز توحید ہے؛ جب کہ شرک بعد میں داخل ہوا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

”آدم علیہ السلام سے لے کر نوح علیہ السلام تک دس صدیوں کا عرصہ تھا۔ یہ سب لوگ توحید پر تھے۔“

روئے زمین پر اولین شرک کا ظہور:

نوح علیہ السلام کی قوم کے لوگوں نے صالحین کی شان میں غلو سے کام لیا؛ اور ان کی تصاویر بنا کر رکھ لیں۔ پھر اللہ کو چھوڑ کر ان کی ہی عبادت کرنے لگ گئے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی طرف نوح علیہ السلام کو مبعوث فرمایا جو انہیں توحید کی دعوت دیا کرتے تھے۔

موسیٰ علیہ السلام کی قوم میں شرک:

ان لوگوں میں اس وقت شرک پیدا ہوا جب انہوں نے بچھڑے کی پوجا شروع کی۔



عیسائیوں میں شرک:

ان میں عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر اٹھانے جانے کے بعد شرک اس وقت شروع ہوا جب پولس آیا، اور اس نے دھوکا بازی اور منافقت سے عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان کا اظہار کیا اور عیسائیوں کے دین میں بگاڑ پیدا کرنے کے لیے عقیدہ تثلیث اور صلیب پرستی کے ساتھ صنم پرستی بھی داخل کر دی۔

اہل عرب میں شرک:

ان لوگوں میں شرک اس وقت شروع ہوا جب عمرو بن لحي خزاعی نے ابراہیم علیہ السلام کے دین میں بگاڑ پیدا کیا۔ اور باہر سے بت لاکر ارض حجاز میں پہنچائے اور لوگوں کو ان کی عبادت کرنے کا حکم دیا۔

امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں شرک:

اس امت میں چوتھی صدی ہجری کے بعد فاطمی شیعہ کے ہاتھوں پر اس وقت شروع ہوا جب انہوں نے قبروں پر درگاہیں بنالیں اور میلاد کی بدعت ایجاد کی اور صالحین کی شان میں غلو کیا۔

اور ایسے ہی اس شریکہ کام میں بگڑی ہوئی صوفیت [صوفیا] کا بھی بڑا دخل ہے، جو تصوف کے مختلف سلسلوں کی طرف منسوب ہیں۔ [اور اولیاء کی شان میں غلو کرتے ہیں]

## شرک کا معنی اور اس کی اقسام

شرک کا معنی:

لغت میں: ... اشتراک اور برابری کرنے (اور ساتھ ملانے) کو کہتے ہیں۔

شریعت میں: ... اللہ تعالیٰ کی خصوصیات میں غیر اللہ کو اس کے ساتھ برابر کرنا۔

شرک کی اقسام:

۱۔ شرک اکبر: ... ہر وہ امر جسے شارع نے شرک کہا ہو، اور جس سے انسان کا دین سے خروج لازم آتا ہو۔

۲۔ شرک اصغر: ... ہر وہ قولی یا فعلی عمل جس پر شرک یا کفر کا اطلاق شریعت میں ثابت ہو، لیکن دلائل کی روشنی میں ثابت ہوتا ہو کہ ایسا انسان دین سے خارج نہیں ہوتا۔

شرک اکبر اور میں فرق شرک اصغر:

شرک اکبر اور شرک اصغر کی وضاحت اس نقشہ کی مدد سے کی جاتی ہے:

شرک اکبر

انسان کو دین اسلام سے خارج کر دیتا ہے

شرک اکبر کرنے والا دائمی جہنمی ہے۔



اس سے تمام اعمال ضائع ہوجاتے ہیں۔

اس کی وجہ سے خون اور مال مباح ہوجاتا ہے۔

### شرک اصغر

دین سے خارج نہیں کرتا۔

اگر جہنم میں چلا گیا تو ہمیشہ نہیں رہے گا۔

تمام اعمال ضائع نہیں ہوتے؛ صرف وہی عمل ضائع ہوتا ہے جس میں شرک کی آمیزش ہوئی ہو

خون و مال مباح نہیں ہوتا۔

شرک اکبر کی اقسام:

شرک اکبر کی چار اقسام ہیں:

پہلی قسم: ... دعاء میں شرک: اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

﴿فَإِذَا رَكِبُوا فِي الْفُلِكِ دَعَا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ فَلَمَّا نَجَّيَهُمْ إِلَى الْبَرِّ إِذَا هُمْ يُشْرِكُونَ﴾ [العنكبوت: ٢٥]  
”پس جب کشتیوں میں سوار ہوتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ہی کو پکارتے ہیں، اس کے لئے عبادت کو خالص کر کے؛ پھر جب وہ انہیں خشکی کی طرف بچا لاتا ہے تو اسی وقت شرک کرنے لگتے ہیں۔“

دوسری قسم: ... نیت و ارادہ اور قصد میں شرک: اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

﴿مَنْ كَانَ يُرِيدُ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا وَ زِينَتَهَا نُوفِيَ إِلَيْهِمْ أَعْمَالَهُمْ فِيهَا وَ هُمْ فِيهَا لَا يُخْسَرُونَ ۝ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ لَيْسَ لَهُمْ فِي الْآخِرَةِ إِلَّا النَّارُ وَ حَبِطَ مَا صَنَعُوا فِيهَا وَ بَاطِلٌ مَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝﴾ [ہود: ١٥-١٦]  
”جو شخص دنیا کی زندگی اور اس کی زینت چاہے تو ہم ایسے لوگوں کو دنیا میں ہی ان کے اعمال کا پورا بدلہ دے دیتے ہیں اور وہ دنیا میں گھاٹے میں نہیں رہتے۔“



یہی لوگ ہیں جن کا آخرت میں آگ کے سوا کچھ حصہ نہیں جو کچھ انہوں نے دنیا میں بنایا وہ برباد ہو جائے گا اور جو عمل کرتے رہے وہ بھی بے سود ہونگے۔“

تیسری قسم: ... اطاعت میں شرک: اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

﴿إِذْ أَخْبَرْنَا نَبِيًّا رَبُّهُمْ أَنِّي مَرْيَمَ وَ الْمَسِيحَ ابْنِ مَرْيَمَ وَ مَا أَمُرُوا إِلَّا لِیَعْبُدُوا إِلَهًا وَاحِدًا لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ سُبْحَانَهُ عَمَّا يُشْرِكُونَ﴾  
[التوبة: ۳۱]

”ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر اپنے عالموں اور درویشوں کو رب بنالیا اور مریم کے بیٹے مسیح کو؛ حالانکہ انہیں صرف ایک اکیلے اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کا حکم

دیا گیا تھا جس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں وہ پاک ہے ان کے شریک مقرر کرنے سے۔“

اس آیت کی وہ تفسیر جس میں کوئی اشکال نہیں، وہ یہ ہے کہ:  
”گناہ کے کاموں میں علماء و عباد کی اطاعت نہ یہ کہ انہیں پکارا جانا [اور ان سے حاجات طلب کرنا]۔ جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تفسیر سیدنا عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کے سامنے فرمائی؛ جب انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: ”ہم تو ان کی عبادت نہیں کرتے تھے۔“ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بتایا کہ گناہ کے کاموں میں ان کی اطاعت کرنا ہی ان کی عبادت تھی۔“ [1]

چوتھی قسم: ... محبت میں شرک: اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

﴿وَ مِنَ النَّاسِ مَن يَتَّخِذُ مِنْ دُونِ اللَّهِ أَندَادًا يُحِبُّونَهُمْ كَحُبِّ اللَّهِ﴾ [التوبة: ۳۱]  
”بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو اللہ تعالیٰ کے شریک اوروں کو ٹھہرا کر ان سے ایسی محبت رکھتے ہیں، جیسی محبت اللہ تعالیٰ سے ہونی چاہیے۔“

شرک کی اقسام بیان ہو چکیں۔ شرک اکبر کی وجہ سے انسان دائرۂ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے؛ غیر اللہ کو سجدہ کرنا؛ غیر اللہ کو اپنا خالق و مالک جاننا، یہ سب شرک اکبر ہے۔ ایسے ہی غیر اللہ سے دعا مانگنا؛ انہیں اپنا حاجت روا اور مشکل کشا سمجھنا، ان کے نام کے چڑھاوے چڑھانا؛ نذر نیازی دینا سب امور شرک میں سے ہیں۔ بعض علماء نے شرک اکبر کی بذیل مزید اقسام بیان کی ہیں۔ ۱۔... شرک فی العلم: یعنی جس طرح اللہ تعالیٰ نے ظاہری چیزوں کی حقیقت دریافت کرنا بندوں کے اختیار میں دیا ہے، یعنی جب کسی انسان کا دل چاہتا ہے کہ کسی چیز کا ذائقہ دریافت کرے، وہ کر سکتا ہے۔ اسی طرح جب چاہیں غیب کی کوئی بات دریافت کر لیں؛ تو ایسا نہیں کر سکتا؛ اس لیے کہ یہ صرف اللہ تعالیٰ کا اختیار ہے۔ [حاشیہ جاری ہے]

بقیہ حاشیہ [اللہ تعالیٰ نے کسی نبی ولی، کسی جن اور فرشتہ اور کسی امام اور بڑے کو یہ طاقت نہیں بخشی کہ وہ جب چاہیں غیب کی خبر معلوم کر لیں۔ بلکہ اللہ تعالیٰ اپنے ارادہ سے جب اور جس کو جتنا چاہتا ہے اسے اتنا



بتا دیتا ہے۔ اس پر کسی اور کا کوئی اختیار نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿وَعِنْدَهُ مَفَاتِيحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا بُو﴾ [الانعام: ۵] ”اور اسی کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں؛ اس کے علاوہ اسے کوئی نہیں جانتا۔“ اور فرمایا: ﴿إِنَّ اللَّهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْأَرْحَامِ وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ بِأَيِّ أَرْضٍ تَمُوتُ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ﴾ [لقمان: ۳۴] ”بے شک اللہ ہی کے پاس ہے قیامت کی خبر، اور وہی بارش برساتا ہے، اور جانتا ہے جو کچھ مادہ کے پیٹ میں ہے۔ کوئی جی یہ نہیں جانتا کہ کل کیا کرے گا، اور نہ ہی کوئی جی یہ بات جانتا ہے کہ وہ کس زمین میں مرے گا، بے شک اللہ تعالیٰ جاننے والے اور خبردار ہیں۔“

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

((مَنْ أَخْبَرَكَ أَنَّ مُحَمَّدًا يَعْلَمُ الْخَمْسَ الَّتِي قَالَ اللَّهُ تَعَالَى إِنَّ اللَّهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ، فَقَدْ آعَظَمَ الْفَرْيَةَ)) (بخاری)

”جس نے تجھے یہ خبر دی کہ بیشک محمد صلی اللہ علیہ وسلم وہ پانچ باتیں جانتے تھے جن کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اسی کے پاس ہے قیامت کا علم، سو اس نے بہت بڑا بہتان گھڑا۔“

اس آیت سے معلوم ہوا کہ جو لوگ غیب جاننے اور کشف کا دعویٰ کرتے ہیں، اور کوئی فال وغیرہ نکال کر لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں اور اس طرح کسی کی جگہ کے جھوٹے اور خلاف شرع استخارے اپنے بنائے ہوئے طریقہ کے مطابق کرنا، یہ سب دھوکہ بازی اور سادہ لوح اور مخلص عوام کے ایمان پر ڈاکہ زنی ہے۔ لوگوں کو چاہیے کہ ایسے ایمان کے ڈاکوؤں سے بچ کر رہیں۔ ان لوگوں کے پاس شیطان ہوتے ہیں جو ان کو آسمانی خبریں چرا کر بتاتے ہیں؛ اور پھر یہ ایک سچ میں سو جھوٹ ملا کر لوگوں کو بتاتے اور گمراہ کرتے ہیں۔ اور سادہ عوام جب ایک سچ بات سنتے ہیں تو سمجھتے ہیں کہ باقی بھی سچ ہوگا؛ اور یہ پیر بڑا ہی غیب جاننے والا ہے۔ حالانکہ اس شیطان نے یہ سب کچھ شیطان سے سیکھ کر بتایا ہوتا ہے۔ علماء نے غیب کی تعریف میں لکھا ہے کہ: ”غیب وہ ہے جو حواس خمسہ سے براہ راست یا کسی مدد کے ذریعے معلوم نہ ہو سکے۔“ مثلاً رحم کے اندر الٹرا سون کے ذریعے دیکھ لینا کہ یہ بچہ بے یا بچی، یہ غیب نہیں، کیونکہ حواس خمسہ سے اس کا علم حاصل ہو رہا ہے۔ غیب یہ ہے کہ اس بات کا پتہ چلایا جائے کہ یہ ہونے والا بچہ یا بچی بد بخت ہیں، یا نیک بخت۔ ان کی عمر کتنی ہوگی، اور ان کو روزی کہاں سے ملے گی؟“ یہ غیب ہے اور اس کی خبر کوئی نہیں لگا سکتا۔

ب: ... تصرف میں شرک: اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿قُلْ مَنْ بِيَدِهِ مَلَكُوتُ كُلِّ شَيْءٍ وَهُوَ يُجِيرُ وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ۝ سَيَقُولُونَ لِلَّهِ قُلْ فَأَنَّى تُسْحَرُونَ﴾ [المومنون: ۸۸، ۸۹] ”آپ ان سے پوچھئے: وہ کون ہے جس کے ہاتھ میں ہر ایک چیز کی بادشاہی ہے، اور وہ پناہ دیتا ہے اور کوئی اسے پناہ نہیں دے سکتا اگر تم یہ چیز جانتے ہو؟ وہ ضرور کہیں گے اللہ، پھر آپ پوچھیں: تم کہاں سحر زدہ ہوئے بھٹکتے ہو۔“ کائنات میں تصرف و اختیار کرنا، حکم چلانا، اپنی مرضی سے مارنا اور زندہ کرنا۔ فراخی اور تنگی اور بیماری و صحت، فتح و شکست، اقبال و ادبار، مرادیں پوری کرنا بلائیں ٹالنا، اور مشکل اوقات میں مدد کرنا یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ ہی کے اختیار میں ہے۔



بقیہ حاشیہ] راضی ہوتے ہیں اور ان افعال کے کیے جانے کو پسند کرتے ہیں؛ ان کو عبادات کہتے ہیں جیسے سجدہ کرنا، رکوع کرنا اور ہاتھ جوڑ کر اس کے سامنے کھڑا ہونا اس کے نام کا روزہ رکھنا، مشکل میں پکارنا اس کے گھر کی طرف چل کر جانا یہ سب امور عبادت اور اللہ تعالیٰ کے لئے خاص ہیں؛ ان کا کسی اور کے لیے کرنا شرک ہے توحید الوہیت کی دعوت تمام انبیاء نے دی ہے فرمان الہی ہے: ﴿وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَسُولًا أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ﴾ [النحل: ۳۶] ”اور تحقیق ہم نے ہر امت میں رسول بھیجا کہ اللہ کی بندگی کرو اور طاغوت سے بچ کر رہو۔“

اور ارشاد فرمایا: ﴿وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَسُولٍ إِلَّا نُوحِي إِلَيْهِ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدُونِ﴾ [الانبیاء: ۲۵]

”اور ہم نے آپ سے پہلے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر اس کی طرف وحی کرتے تھے کہ بے شک میرے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں ہے پس میری ہی بندگی کرو۔“

د:۔۔۔ روز مرہ کے کاموں میں شرک: جیسا کہ مصیبت کے وقت غیر اللہ کی نذر ماننا، کام شروع کرتے وقت کسی غیر اللہ کا نام لینا اور اس سے مدد چاہنا، اس کے نام کے جانور ذبح کرنا، اپنے بچوں کے نام غیر اللہ کے نام پر رکھنا، جیسے غوث بخش، پیر بخش، حسین بخش، عنایت بخش، عنایت حسین اور عنایت علی وغیرہ۔ اور ایسے ہی غیر اللہ کے نام کی قسم اٹھانا جیسے یہ کہنا کہ: تمہارے سر کی قسم، یا تمہارے باپ کی قسم وغیرہ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((مَنْ حَلَفَ بِغَيْرِ اللَّهِ فَقَدْ كَفَرَ أَوْ أَشْرَكَ.)) [صحیح/حاکم]

”جس نے غیر اللہ کی قسم اٹھائی اس نے کفر کیا، بلکہ شرک کیا۔“

ایسے ہی مختلف پیروں کے نام کے کھاتے پکانا مختلف قبروں اور رمزاروں پر جھنڈے چڑھانا، نجومی، جادو گر اور فال نکالنے والوں کے پاس جانا اور ان کی باتوں پر یقین کرنا، اللہ تعالیٰ کے ہاں نام نہاد پیروں کو سفارشی بنانا یہ سب امور شرک میں سے ہیں۔ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ نے لکھا ہے: یعنی یہ اعتقاد اور شعور کہ ہمارے حالات جاننے، اور ان میں باختیار خود تصرف کرنے میں ہمارے معبود (اللہ جل شانہ) کا ما فوق الاسباب غیبی قبضہ ہے۔ اور اسی اعتقاد کے تحت اپنے معبود کو پکارا جائے، اور اس کی حمد و ثنا کی جائے، نذر و نیاز اور رکوع اور سجود سے اس کی تعظیم بجا لائی جائے، تو یہ سب کچھ عبادت ہے۔“ (مدارج السالکین ۱۴۰)

اور عبادت کا کوئی بھی کام غیر اللہ کے لیے کرنا شرک ہے۔

## شرک کا خطرہ اور سزا

اگر شرک کا مرتکب توبہ کے بغیر مرجائے تو اس کی مغفرت نہیں ہوگی۔ فرمان الہی ہے \*

إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ

”یقیناً اللہ تعالیٰ اپنے ساتھ شریک کیے جانے کو نہیں بخشتا اور اس کے سوا جسے چاہے بخش دیتا ہے۔“

[النساء: ۱۱۶]

\* مشرک انسان ملت اسلام سے خارج اور مباح الدم والمال ہے، جیسا کہ فرمایا



فَإِذَا انْشَلَخَ الْأَشْهُرَ الْحُرُمَ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِينَ حَيْثُ وَجَدْتُمُوهُمْ وَخُذُوا مِنْهُمْ وَافْعَدُوا لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ  
”پھر حرمت والے مہینوں کے گزرتے ہی مشرکوں کو جہاں پاؤ قتل کرو، انہیں گرفتار کرو، ان کا محاصرہ کرو اور ان کی تاک میں ہر گھاٹی میں جابیٹھو۔“

[التوبة: ۵]

اللہ تعالیٰ مشرک کا کوئی عمل قبول نہیں کرتے اور اس کے سابقہ نیک اعمال بھی برباد کر دیے  
\* جاتے ہیں۔

وَقَدِمْنَا إِلَىٰ مَا عَمِلُوا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنَاهُ نَبْأٌ مَّنْثُورًا

”اور انہوں نے جو جو اعمال کیے تھے ہم نے ان کی طرف بڑھ کر انہیں پراگندہ ذروں کی طرح کر دیا۔“

[الفرقان: ۲۳]

نیز اللہ تعالیٰ کا یہ بھی فرمان ہے :

وَلَقَدْ أَوْحَىٰ إِلَيْكَ وَإِلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكَ لَئِنْ أَشْرَكَتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ

”یقیناً آپ کی طرف بھی اور آپ سے پہلے انبیاء کی طرف بھی وحی کی گئی کہ اگر آپ نے بھی شرک کیا تو بلاشبہ آپ کا عمل ضائع ہو جائے گا اور یقیناً آپ زیاں کاروں میں سے ہو جائیں گے۔“

[الزمر: ۶۵]

مشرک انسان پر اللہ تعالیٰ نے جنت کو حرام کر دیا ہے، اور اس کا ٹھکانا ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جہنم میں ہوگا [اور اسے کسی کی کوئی شفاعت کچھ بھی کام نہیں آئے گی؛ کیونکہ حصول شفاعت کے لیے توحید بنیادی شرط ہے]۔ فرمان الہی ہے

إِنَّهُ مَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَأْوَاهُ النَّارُ وَمَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ أَنْصَارٍ

”یقین مانو کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک کرتا ہے اللہ تعالیٰ نے اس پر جنت حرام کر دی ہے، اس کا ٹھکانا جہنم ہی ہے اور گناہ گاروں کی مدد کرنے والا کوئی نہیں ہوگا۔“

[المائدة: ۷۲]

شرک اکبر اور شرک اصغر کی مثالیں  
شرک اکبر کی مثالیں :

ا: شرک اکبر جلی

غیر اللہ کے لیے ذبح کرنا، غیر اللہ کے نام کی نذر ماننا، اور غیر اللہ سے مدد مانگنا۔

ب: شرک اکبر خفی

جیسے منافقین کا شرک اور ریاکاری، مثلاً: دل میں غیر اللہ کا خوف یعنی ایسی بات پر خوف رکھنا جس پر اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی بھی قادر نہیں۔



شرک اصغر کی مثالیں :

ا: شرک اصغر جلی

غیر اللہ کی قسم اٹھانا، اور یہ کہنا جو اللہ تعالیٰ چاہے اور تم چاہو۔ اور یہ کہنا: اگر اللہ تعالیٰ اور تم نہ ہوتے۔“

ب: شرک اصغر خفی

جیسے معمولی قسم کی ریاکاری۔ اور پروندوں سے فال نکالنا۔

شرک سے بچنے کی مفید دعا :

:سیدنا ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

”اے لوگو! شرک سے بچ کر رہو، بے شک یہ چیونٹی کی چال سے زیادہ مخفی ہوتا ہے۔“ پھر ایک انسان نے آپ سے عرض کیا: ”یا رسول اللہ! جب یہ چیونٹی کی چال سے زیادہ مخفی ہے تو ہم اس سے کیسے بچ سکتے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا: ”تم یوں کہا کرو:

(اللَّهُمَّ إِنَّا نَعُوذُ بِكَ مِنْ أَنْ أَشْرَكَ بِكَ شَيْئًا نَعْلَمُ وَنَسْتَغْفِرُكَ لِمَا لَا نَعْلَمُ)

[رواہ أحمد وحسنہ الابانی]

”اے اللہ! ہم تیری پناہ مانگتے ہیں کہ ہم جانتے ہوئے تیرے ساتھ شرک کا ارتکاب کریں، اور اس جس چیز کو ہم نہیں جانتے اس پر تیری مغفرت کے طلب گار ہیں۔

## نواقض اسلام

نواقض [نواقض کی جمع ہے؛ نواقض] کہتے ہیں کسی عمل کو خراب، فاسد، باطل کرنے والے قول اور عمل کو یہ امور بہت زیادہ ہیں۔ لیکن ان میں سے زیادہ خطرناک اور کثیر الوقوع دس چیزیں ہیں۔

1. اللہ تعالیٰ کیساتھ شرک کرنا :

شرک میں سے غیر اللہ کے لیے ذبح کرنا بھی ہے، جیسے کسی قبر پر ذبح کرنا یا پھ جنات [یا شیاطین] کے لیے ذبح کرنا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَ يَغْفِرُ مَا دُونَ ذَلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ

”یقیناً اللہ تعالیٰ اپنے ساتھ شریک کیے جانے کو نہیں بخشتا اور اس سے کم گناہ جسے چاہے بخش دیتا ہے۔“

[النساء: ۱۱۶]

2 - اپنے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان واسطے بنانا ان کو سفارشی بنانا ان پر بھروسہ کرنا اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے :





وَيَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَنْفَعُهُمْ وَلَا يَنْصُرُهُمْ هَؤُلَاءِ شُفَعَاؤُنَا عِنْدَ اللَّهِ

یہ لوگ اللہ کے علاوہ ایسوں کی عبادت کرتے ہیں جو ان کو نقصان دے سکتے ہیں نہ فائدہ۔ اور کہتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ہمارے سفارشی ہیں۔“

[یونس: ۱۸]

یہی حال و حکم ان لوگوں کا بھی ہے جو قبروں اور مزارات پر حاضریاں دیتے ہیں، وہاں وہ عبادات بجاتے ہیں جو صرف اللہ کے لئے لائق ہیں جیسے دعا، نذر، ذبح و فریاد کرنا، قبروں کے گرد طواف کرنا؛ یہ سب کام وہ اس امید پر کرتے ہیں کہ یہ قبروں اور مزاروں والے اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کی سفارش کریں گے۔ موجودہ دور میں سب سے زیادہ واقع ہونے والا اور سب سے زیادہ خطرناک اسلام کا مخالف اور ناقض فعل یہی ہے۔ کیونکہ اسلام کے بہت سے نام لیواؤں نے جو اسلام کی اصل حقیقت سے واقف نہیں ہیں اپنے اور اپنے رب کے درمیان بہت سے وسیلے اور ذریعے بنا رکھے ہیں۔ یہ لوگ اپنے فاسد خیالات و نظریات کی وجہ سے براہ راست اللہ تعالیٰ کو نہیں پکارتے بلکہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ تک رسائی کے لئے کوئی وسیلہ اور زینہ بنانا بہت ضروری ہے، جیسا کہ دنیا کے کسی بادشاہ کے پاس جا کر براہ راست سوال نہیں کیا جاسکتا۔ اللہ تعالیٰ تو ان بادشاہوں سے بڑھ کر ہے اس کو براہ راست کیسے پکارا جائے؟ جب کہ وہ یہ کہہ کر اللہ کی شان میں گستاخی کر رہے ہیں۔ کیونکہ نعوذ باللہ۔ اس طرح کہہ کر انہوں نے تو اللہ تعالیٰ کو اس کی کمزور و ناتواں مخلوق سے مشابہ و مثل کر دیا ہے۔ ان کے متعلق ارشاد الہی ہے

قُلْ ادْعُوا الَّذِينَ رَعَيْتُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ لَا يَمْلِكُونَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي السَّمَوَاتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ وَمَا لَهُمْ فِيهِمَا مِنْ شِرْكٍَ وَمَا لَهُ مِنْهُمْ مِنْ ظَهِيرٍ  
O وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهُ إِلَّا لِمَنْ أَذِنَ لَهُ

’فرما دیجئے کہ اللہ کے سوا جن کا تمہیں گمان ہے سب کو پکار لو نہ ان میں سے کسی کو آسمانوں اور زمینوں میں سے ایک ذرہ کا اختیار ہے اور نہ ہی اس میں ان کا کوئی حصہ ہے نہ ان میں سے کوئی اللہ کا مددگار ہے۔ کسی کی شفاعت اس کے پاس کچھ فائدہ نہیں دے گی۔ سوائے اس کے جسے وہ اجازت دے۔

[سبا: ۲۲-۲۳]

مشرکین قدیم ہوں یا جدید؛ شفاعت قہری کے عقیدہ سے وابستہ ہو کر شرک اکبر میں مبتلا ہو چکے ہیں، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں کئی مقامات پر قیامت کے دن ایسی کسی بھی قسم کی شفاعت کی نفی کی ہے۔ جس کا یہ مشرکین عقیدہ اور گمان رکھتے ہیں۔ فرمان الہی ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَنْفِقُوا مِمَّا رَزَقْنَاكُمْ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَأْتِيَ يَوْمٌ لَا بَيْعَ فِيهِ وَلَا خُلَّةٌ وَلَا شَفَاعَةٌ وَالْكَافِرُونَ هُمُ الظَّالِمُونَ

اے ایمان والو! جو مال ہم نے تمہیں دیا ہے اس میں سے خرچ (اللہ کی راہ میں) کرتے رہو اس سے پہلے کہ وہ دن آئے، جس میں نہ کوئی تجارت کام آئے گی نہ دوستی اور نہ شفاعت اور کافر ہی ظالم ہیں۔“

[البقرة: ۲۵۴]

نیز فرمان الہی ہے :

وَأَنْذِرْ بِهِ الَّذِينَ يَخَافُونَ أَنْ يُحْشَرُوا إِلَىٰ رَبِّهِمْ لَيْسَ لَهُمْ مِنْ دُونِهِ وَلِيٌّ وَلَا شَفِيعٌ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ

’اور تم قرآن کے ذریعہ سے ان لوگوں کو ڈراؤ جو اس بات سے ڈرتے ہیں کہ وہ اپنے پروردگار کی طرف اٹھا ئے جائیں گے (اور) اس کے سوا ان کا کوئی کار ساز اور سفارش کرنے والا نہیں ہے تاکہ وہ پرہیزگار بنیں۔“

[الانعام: ۵۱]

ان مذکورہ بالا آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ جس شفاعت کی نفی کی گئی ہے وہ شفاعت قہری ہے۔ یعنی مشرکین یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ ہمارے اولیاء و صالحین کا اللہ تعالیٰ کے ہاں ایسا مقام ہے کہ وہ جس کو چاہیں اللہ کے



عذاب سے چھڑا لیں جیسا کہ ہمارے دور کے لوگ بھی کہتے ہیں: ”خدا کا پکڑا چھڑائے محمد... محمد کا پکڑا چھڑا کوئی نہیں سکتا۔“ اور کہتے ہیں: ان کی جاہ سے طلب کی جانے والی سفارش قابل قبول ہوگی۔ مگر ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

مَنْ ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِنْدَهُ إِلَّا بِإِذْنِهِ  
کی اجازت کے بغیر کون ہے جو اس کے پاس سفارش کرے۔ ”(اللہ)

[البقرة: ۲۵۵]

”ایک اور مقام پر فرمایا :

وَلَا يَشْفَعُونَ إِلَّا لِمَنِ ارْتَضَىٰ وَبِمَنْ حَشَبْتُمْ مَشْفِقُونَ  
”یہ (فرشتے) کسی کی سفارش نہیں کرتے۔ علاوہ ان کے جن سے اللہ تعالیٰ خوش ہو۔ وہ تو خود ہیبتِ الہی سے لرزاں و ترساں ہیں۔“

[الانبیاء: ۲۸]

فرمان الہی ہے :

قُلْ لِلَّهِ الشَّفَاعَةُ جَمِيعًا لَّهُ مُلْكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ثُمَّ إِلَيْهِ تُرْجَعُونَ  
فرما دیجیے کہ: سب شفاعت اللہ ہی کے اختیار میں ہے آسمانوں اور زمین کی بادشاہی اسی کے لئے ہے پھر تم سب اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔“

[الزمر: ۴۴]

ارشادِ الہی ہے :

وَكَمْ مِّن مَّلَكٍ فِي السَّمَوَاتِ لَا تُغْنِي شَفَاعَتُهُمْ شَيْئًا إِلَّا مَن يَرْضَىٰ اللَّهُ لِمَن يَشَاءُ وَيَرْضَىٰ  
”بہت سے فرشتے آسمانوں میں ہیں جن کی سفارش کچھ بھی نفع نہیں دے سکتی، مگر اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بعد اور اس کے لئے صرف جس کو اللہ تعالیٰ چاہے، اور پسند فرمائے۔“

[النجم: ۲۶]

شفاعت کے باب میں دو باتوں کا خیال کرنا بہت ضروری ہے

۱. سفارش کرنے والا اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بعد ہی کوئی سفارش کر سکے گا۔ [1]  
[1] اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: ﴿وَيَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ وَيَقُولُونَ هَؤُلَاءِ شَفَعَاؤُنَا عِنْدَ اللَّهِ﴾ [یونس: ۱۸] ”یہ لوگ اللہ کے علاوہ ایسوں کی عبادت کرتے ہیں جو ان کو نقصان دے سکتے ہیں نہ فائدہ۔ اور کہتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ہمارے سفارشی ہیں۔“ یہی حال و حکم ان لوگوں کا بھی ہے جو قبروں اور مزارات پر حاضریاں دیتے ہیں، وہاں وہ عبادات بجالاتے ہیں جو صرف اللہ کے لئے لائق ہیں جیسے دعا، نذر، ذبح و فریاد کرنا، قبروں کے گرد طواف کرنا، یہ سب کام وہ اس امید پر کرتے ہیں کہ یہ قبروں اور مزاروں والے اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کی سفارش کریں گے۔ موجودہ دور میں سب سے زیادہ واقع ہونے والا اور سب سے زیادہ خطرناک اسلام کا مخالف اور ناقض فعل یہی ہے۔ کیونکہ اسلام کے بہت سے نام لیاؤں نے جو اسلام کی اصل حقیقت سے واقف نہیں ہیں اپنے اور اپنے رب کے درمیان بہت سے وسیلے اور ذریعے بنا رکھے ہیں۔ یہ لوگ اپنے فاسد خیالات و نظریات کی وجہ سے براہ راست اللہ تعالیٰ کو نہیں پکارتے بلکہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ

تک رسائی کے لئے کوئی وسیلہ اور زینہ بنانا بہت ضروری ہے، جیسا کہ دنیا کے کسی بادشاہ کے پاس جا کر براہ راست سوال نہیں کیا جاسکتا۔ اللہ تعالیٰ تو ان بادشاہوں سے بڑھ کر ہے اس کو براہ راست کیسے پکارا جائے؟ جب کہ وہ یہ کہہ کر اللہ کی شان میں گستاخی کر رہے ہیں۔ کیونکہ۔ نعوذ باللہ۔ اس طرح کہہ کر انہوں نے تو اللہ تعالیٰ کو اس کی کمزور و ناتواں مخلوق سے مشابہ و مثل کر دیا ہے۔ ان کے متعلق ارشاد الہی ہے:

﴿قُلْ ادْعُوا الَّذِينَ رَعَيْنَاهُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ لَا يَمْلِكُونَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي السَّمَوَاتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ وَمَا لَهُمْ فِيهَا مِنْ شِرْكٍ وَمَا لَهُ مِنْهُمْ مِنْ ظَهِيرٍ ۝ وَلَا تَتَفَعَّلُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهُ إِلَّا لِمَنْ أَذِنَ لَهُ﴾ [سبا: ۲۲-۲۳] ”فرما دیجئے کہ اللہ کے سوا جن کا تمہیں گمان ہے سب کو پکار لو نہ ان میں سے کسی کو آسمانوں اور زمینوں میں سے ایک ذرہ کا اختیار ہے اور نہ ہی اس میں ان کا کوئی حصہ ہے نہ ان میں سے کوئی اللہ کا مددگار ہے۔ کسی کی شفاعت اس کے پاس کچھ فائدہ نہیں دے گی۔ سوائے اس کے جسے وہ اجازت دے۔“ مشرکین قدیم ہوں یا جدید؛ شفاعت قہری کے عقیدہ سے وابستہ ہو کر شرک اکبر میں مبتلا ہو چکے ہیں، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں کئی مقامات پر قیامت کے دن ایسی کسی بھی قسم کی شفاعت کی نفی کی ہے۔ جس کا یہ مشرکین عقیدہ اور گمان رکھتے ہیں۔ فرمان الہی ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَنْفِقُوا مِمَّا رَزَقْنَاكُمْ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَأْتِيَ يَوْمٌ لَا بَيْعَ فِيهِ وَلَا خُلَّةٌ وَلَا شَفَاعَةٌ وَالْكَافِرُونَ هُمُ الظَّالِمُونَ﴾ [البقرة: ۲۵۴] ”اے ایمان والو! جو مال ہم نے تمہیں دیا ہے اس میں سے خرچ (اللہ کی راہ میں) کرتے رہو اس سے پہلے کہ وہ دن آنے، جس میں نہ کوئی تجارت کام آنے گی نہ دوستی اور نہ شفاعت اور نہ کافر ہی ظالم ہیں۔“ نیز فرمان الہی ہے: ﴿وَأَنْذِرْ بِهِ الَّذِينَ يَخَافُونَ أَنْ يُحْشَرُوا إِلَىٰ رَبِّهِمْ لَيْسَ لَهُمْ مِنْ دُونِهِ وَلِيٌّ وَلَا شَفِيعٌ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ﴾ [الا نعام: ۵۱] ”اور تم قرآن کے ذریعہ سے ان لوگوں کو ڈراؤ جو اس بات سے ڈرتے ہیں کہ وہ اپنے پروردگار کی طرف اٹھا ئے جائیں گے (اور) اس کے سوا ان کا کوئی کار ساز اور سفارش کرنے والا نہیں ہے تاکہ وہ پرہیزگار بنیں۔“ ان مذکورہ بالا آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ جس شفاعت کی نفی کی گئی ہے وہ شفاعت قہری ہے یعنی مشرکین یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ ہمارے اولیاء و صالحین کا اللہ تعالیٰ کے ہاں ایسا مقام ہے کہ وہ جس کو چاہیں اللہ کے عذاب سے چھڑا لیں جیسا کہ ہمارے دور کے لوگ بھی کہتے ہیں: ”خدا کا پکڑا چھڑائے محمد... محمد کا پکڑا چھڑا کوئی نہیں سکتا۔“ اور کہتے ہیں: ان کی جاہ سے طلب کی جانے والی سفارش قابل قبول ہوگی۔ مگر ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿مَنْ ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِنْدَهُ إِلَّا بِإِذْنِهِ﴾ [البقرة: ۲۵۵] ”(اللہ کی اجازت کے بغیر کون ہے جو اس کے پاس سفارش کرے۔“ ایک اور مقام پر فرمایا: ﴿وَلَا يَشْفَعُونَ إِلَّا لِمَنْ ارْتَضَىٰ وَبِهِمْ مِنْ خَشْيَتِهِ مُشْفِقُونَ﴾ [الانبیاء: ۲۸] ”یہ (فرشتے) کسی کی سفارش نہیں کرتے۔ علاوہ ان کے جن سے اللہ تعالیٰ خوش ہووے تو خود بیبیت الہی سے لرزاں و ترساں ہیں۔“ فرمان الہی ہے: ﴿قُلْ لِلَّهِ الشَّفَاعَةُ جَمِيعًا لَهٗ مُلْكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ثُمَّ إِلَيْهِ تُرْجَعُونَ﴾ [الزمر: ۴۴] ”فرما دیجیے کہ: سب شفاعت اللہ ہی کے اختیار میں ہے آسمانوں اور زمین کی بادشاہی اسی کے لئے ہے پھر تم سب اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔“ ارشاد الہی ہے: ﴿وَكَمْ مِنْ مَلَكٍ فِي السَّمَوَاتِ لَا تُغْنِي شَفَاعَتُهُمْ شَيْئًا إِلَّا مِنْ بَعْدِ أَنْ يَأْذَنَ اللَّهُ لِمَنْ يَشَاءُ وَيَرْضَىٰ﴾ [النجم: ۲۶] ”بہت سے فرشتے آسمانوں میں ہیں جن کی سفارش کچھ بھی نفع نہیں دے سکتی، مگر اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بعد اور اس کے لئے صرف جس کو اللہ تعالیٰ چاہے، اور پسند فرمائے۔“ شفاعت کے باب میں دو باتوں کا خیال کرنا بہت ضروری ہے: ۱۔ سفارش کرنے والا اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بعد ہی کوئی سفارش کر سکے گا جیسا کہ فرمان الہی ہے:

﴿مَنْ ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِنْدَهُ إِلَّا بِإِذْنِهِ﴾ [البقرة: ۲۵۵] ”کون شخص ہے جو اللہ کی اجازت کے بغیر اس کے ہاں شفاعت کرے گا۔“ ۲۔ سفارش کی اجازت اللہ صرف انہی لوگوں کے لئے دے گا جن سے اللہ راضی ہوگا اور پسند فرمائے گا۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَا يَشْفَعُونَ إِلَّا لِمَنْ ارْتَضَىٰ﴾ [الانبیاء: ۲۸] ”یہ (فرشتے) کسی کی سفارش نہیں کرتے۔ علاوہ ان کے جن کے لئے اللہ تعالیٰ پسند فرمائے۔“ جبکہ مشرکوں کے اعمال کوڑا کرکٹ کی مانند ضائع ہو جائیں گے ان کے لئے کوئی شفاعت نہ ہوگی۔ ان کی خواہشات کے برعکس کوئی سفارشی ان کو میسر نہ آئے گا، کیونکہ جو شخص توحید پر عمل کیے بغیر اپنی شفاعت چاہتا ہے تو اس کا انجام محرومی کے سوا کیا ہو سکتا ہے؟

جیسا کہ فرمان الہی ہے

**3۔ جو شخص مشرکوں کو کافر نہ سمجھتا ہو یا ان کے کفر میں شک کرتا ہے یا ان کے مذہب کو صحیح سمجھتا ہے تو یہ شخص کافر ہے۔**

مطلب یہ ہے کہ جو مسلمان اس شخص کے کافر ہونے میں شک کرے جسے امت محمدیہ نے بالاتفاق کافر قرار دیا ہو جیسے عیسائی اور مشرک وغیرہ۔ شرک چند مخصوص چیزوں کا نام نہیں بلکہ شرک یہ ہے کہ اللہ کے لئے جو اعمال و صفات خاص ہیں وہ کسی اور کے لئے ماننا۔ (الدرء النضیہ ص: ۱۸)۔ علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”اس لیے ہم ہر اس شخص کو بھی کافر کہتے ہیں جو اسلام کے علاوہ کسی بھی (دوسرے) مذہب کے ماننے والے کو کافر نہ کہے؛ یا ان کو کافر کہنے میں تردد کرے؛ یا ان کے کفر میں شک و شبہ کرے؛ یا ان کے مذہب کو درست کہے۔ اگرچہ یہ شخص اپنے مسلمان ہونے کا دعویٰ بھی کرتا ہو، اور اسلام کے علاوہ ہر مذہب کو باطل بھی کہتا ہو؛ تب بھی یہ غیر مذہب والوں کو کافر نہ کہنے والا خود کافر ہے۔ اس لیے کہ یہ شخص ایک مسلم کافر کو کافر کہنے کی مخالفت کر کے اسلام کی مخالفت کرتا ہے؛ اور یہ دین پر کھلا ہوا طعن اور اس کی تکذیب ہے۔“ [کفار الملحدين: ۲۲۱] کفار سے بیزاری، ان کے ساتھ اختلاط سے پرہیز، اور ان کے احکام جاننا ضروری ہیں، تاکہ کفر کی حقیقت کا پتہ چل سکے، اور مسلمان کے حقوق ضائع نہ ہوں؛ جیسے حقوق وراثت، حقوق ولایت، کفالت و تربیت وغیرہ کیونکہ ہمیں مسلمانوں کے ساتھ دوستی کرنی ہے، کافروں کیساتھ نہیں۔ ایسے ہی وہ شخص بھی کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے جو کسی کافر اور مرتد کو تاویل کر کے مسلمان ثابت کرنے کی کوشش کرے۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”جو شخص یمامہ والوں کے حق میں تاویل (کر کے ان کو مسلمان ثابت) کرے وہ کافر ہے، اور جو شخص کسی قطعی اور یقینی کافر کو کافر نہ کہے، وہ بھی کافر ہے۔“ [منہاج السنۃ ۲، ۲۳۳]

#### 4. اسلام پر ترجیح

س بات کا اعتقاد رکھنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے راستے سے ہٹ کر کسی کا طریق کار زیادہ کامل اور اچھا ہے، اور اس میں کامیابی ہے یا یہ کہ غیر کا حکم اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم برابر ہیں، ان میں کوئی فرق نہیں یا پھر جو کوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر کسی دوسرے طاغوت کے حکم کو ترجیح دیتا ہو؛ تو ایسا انسان کافر ہے۔

اس میں بذیل امور شامل ہیں: ۱۔ یہ اعتقاد رکھنا کہ لوگوں کے تیار کردہ نظام اور قوانین اللہ کی شریعت سے افضل ہیں۔ فرمان الہی ہے: ﴿أَمْ لَهُمْ شُرَكَاءُ شَرَعُوا لَهُمْ مِنَ الدِّينِ مَا لَمْ يَأْذَنْ بِهِ اللَّهُ﴾ [الشوریٰ: ۲۰] ”کیا ان کے شریک ہیں جنہوں نے ان کے لئے دین ایجاد کیا ہے، جس کی اللہ تعالیٰ نے اجازت نہیں دی۔“... چونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حاکم اور امام مقرر کیا ہے، لہذا آپ کے حکم کو بے چون و چرا تسلیم کیا جائے، ارشاد الہی ہے: ﴿فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يَحْكُمُوا بِمَا فِي كِتَابِ اللَّهِ﴾ [النساء: ۶۵] ”آپ کے رب کی قسم! یہ اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتے، جب تک اپنے آپس کے تمام اختلافات میں آپ کو حاکم تسلیم نہ کر لیں، اور پھر اپنے نفوس میں آپ کے فیصلہ کے خلاف کوئی تنگی بھی نہ پائیں اور اسے صحیح طور پر مان لیں۔“ ۲۔ یہ اعتقاد رکھنا کہ ”دین اسلام کی تطبیق اور نفاذ ممکن نہیں۔ اور یہ دین اس دور کے مسلمانوں کے پیچھے رہ جانے کی وجہ ہے۔“ ۳۔ یا یہ اعتقاد رکھنا کہ دین انسان کے اپنے رب سے تعلق کا نام ہے، اور اسے باقی امور زندگی میں کوئی دخل نہیں۔ ۴۔ یا یہ اعتقاد کہ شرعی حدود جیسے چور کا ہاتھ کاٹنا، اور شادی شدہ زانی کو سنگسار کرنا، اس زمانے کے ساتھ مناسب نہیں ہیں؛ حالانکہ اسلام قیامت تک آنے والے لوگوں کا دین ہے جو کہ اللہ تعالیٰ نے بندوں کی عین مصلحت کے مطابق نازل کیا ہے۔ اور ایسا ہر گز ممکن نہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو کسی کام کے کرنے کا حکم دیں، اور اس کا ہونا نا ممکن ہو؛ یہ سراسر الزام ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿لَا يَكْلَفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ﴾ [البقرہ: ۲۸۶] ”اللہ تعالیٰ کسی جی کو اس کی طاقت سے بڑھ کر کسی چیز کا مکلف نہیں ٹھہراتے، ہر نفس کے لئے وہی ہے جو اس نے کمایا، اور اس پر اسی کا بوجھ ہے جو اس نے کیا ہو۔“ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿وَمَنْ لَّمْ يَحْكَمْ بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ﴾ [المائدہ: ۴۴] ”اور جو کوئی اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ احکام کے مطابق فیصلہ نہ کرے، پس وہی لوگ کافر ہیں۔“ امام طاووس (رحمہ اللہ) اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں: ”اللہ تعالیٰ کی کتاب کے بغیر فیصلہ کرنے والا کافر ہے۔“

#### 5. رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی طریقہ سے نفرت اور بغض رکھنا۔ اگر اس کے مطابق عمل بھی کرے گاتو کفر کا مرتکب ہوگا۔ [2]

[2] دلیل: اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ كَرِبُوا مَا أَنْزَلَ اللَّهُ فَأَحْبَطَ أَعْمَالَهُمْ﴾ [محمد: ۹] ”یہ اس لئے ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ چیز کو نا پسند کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے تمام اعمال بیکار کر دیے۔“ اور فرمایا: ﴿فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَنْ تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾ [نور: ۶۳] ”سو چاہیے کہ وہ لوگ ڈر جائیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی خلاف ورزی کرتے ہیں کہ انہیں کوئی آزمائش پہنچے، یا دردناک عذاب میں مبتلا کر دیے جائیں۔“ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((تَرَكَتُ فِيكُمْ أَمْرَيْنِ لَنْ تَضِلُّوْا مَا تَمَسَّكْتُمْ بِهَا كِتَابُ اللَّهِ وَسُنَّةُ رَسُولِهِ)) ”میں تم میں دو چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں تم ہر گز کبھی بھی گمراہ نہ ہو گے جب تک ان کو مضبوطی سے تھام رکھو گے، وہ ہیں اللہ تعالیٰ کی کتاب اور اس کے رسول کی سنت۔“ نیز اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بغض رکھنا، [جاری ہے]

## 6. جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین میں سے کسی چیز کا یا ثواب یا عذاب کا مذاق اڑایا۔ [3]

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو برا بھلا کہنا، سب و شتم کر کے ایذا رسانی کرنا بھی شامل ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مذاق اڑانا یا انہیں تکلیف دینا بھی عین کفر کے کاموں میں سے ہے۔

[3] دلیل: اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ كَرِبُوا مَا أَنْزَلَ اللَّهُ فَأَحْبَطَ أَعْمَالَهُمْ﴾ [محمد: ۹]

”یہ اس لئے ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ چیز کو نا پسند کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے تمام اعمال بیکار کر دیے۔“

اور فرمایا: ﴿فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَنْ تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾ [نور: ۶۳]

”سو چاہیے کہ وہ لوگ ڈر جائیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی خلاف ورزی کرتے ہیں کہ انہیں کوئی آزمائش پہنچے، یا دردناک عذاب میں مبتلا کر دیے جائیں۔“

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((تَرَكَتُ فِيكُمْ أَمْرَيْنِ لَنْ تَضِلُّوْا مَا تَمَسَّكْتُمْ بِهَا كِتَابُ اللَّهِ وَسُنَّةُ رَسُولِهِ))

”میں تم میں دو چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں تم ہر گز کبھی بھی گمراہ نہ ہو گے جب تک ان کو مضبوطی سے تھام رکھو گے، وہ ہیں اللہ تعالیٰ کی کتاب اور اس کے رسول کی سنت۔“ نیز اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بغض رکھنا،

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو برا بھلا کہنا، سب و شتم کر کے ایذا رسانی کرنا بھی شامل ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مذاق اڑانا یا انہیں تکلیف دینا بھی عین کفر کے کاموں میں سے ہے۔

فرمان الہی ہے:

﴿قُلْ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّبِعُوا مَا كَفَرْتُمْ بَعْدَ إِيمَانِكُمْ﴾ [التوبہ: ۶۶]

”(اے محمد!) ان سے کہہ دیجئے کیا اللہ یا اس کی آیات اور اس کے رسول کا تم مذاق اڑاتے ہو؟ بہانے مت بناؤ تم ایمان لانے کے بعد کافر ہو چکے ہو۔“

## ۷. جادو... اس میں نفرت یا محبت پیدا کرنے کے اعمال کروانا بھی شامل ہیں [4]

اور یہ حکم ان لوگوں کو بھی شامل ہے جو جادو کرتے ہوں یا پھر جادو پر راضی رہتے ہوں۔ فرمان الہی ہے:





﴿وَمَا يُعَلِّمَنَّ مِنْ أَحَدٍ حَتَّى يَقُولَا إِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ﴾ [البقرہ: ۱۰۲]

”وہ کسی کو اس وقت تک نہیں سکھاتے تھے جب تک یہ نہ کہہ دیتے کہ ہم فتنہ ہیں تم کفر مت کرو۔“

[4] اس میں وہ سارے اعمال، تعویذات شامل ہیں جو دو افراد یعنی میاں بیوی میں نفرت یا جدائی پیدا کرتے ہوں۔ یا ایسے تعویذ گنڈے جو دو افراد میں محبت پیدا کرنے کے لئے کیے جاتے ہیں؛ یہ سب اعمال جادو میں شمار ہوتے ہیں۔ یہ شرکیہ اعمال ہیں؛ کیونکہ ان کو نفع و نقصان کا ذریعہ سمجھا جاتا ہے اور اللہ کے علاوہ کسی سے نفع یا نقصان کی توقع رکھنا شرک و کفر ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”حَدِّ السَّاحِرِ ضَرْبٌ بِالسَّيْفِ“ ”جادو گر کی سزا تلوار سے اس کا سر قلم کرنا ہے۔“ اور فرمایا: ”اجْتَنِبُوا سَبْعَ الْمُؤَبَّاتِ ... وَالسَّحَرُ“ ”سات ہلاکت خیز گناہوں سے بچو۔۔۔ اور ان میں سے ایک کے متعلق فرمایا: ”اور جادوسے بچو۔“ [بخاری]

جادو سے مراد وہ اعمال اور حیلے بھی ہیں جن سے دل، آنکھوں اور جسم میں تاثیر پیدا ہوتی ہے۔ اور اسکے نتیجہ میں میاں بیوی میں جدائی، کسی کے دل میں کسی کی طرف رغبت ڈالنا، انسان کو بیمار اور پریشان کرنا اور قتل کرنا بھی ممکن ہوتا ہے۔ امام ابو حنیفہ، امام احمد اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہم نے جادو سیکھنے، سکھانے، اور کرنے پر کفر کا فتویٰ دیا ہے۔ ابن قدامہ مقدسی نے اجماع امت نقل کیا ہے کہ: جادو سیکھنا اور سکھانا اور جادو کرنا کفر ہے۔ (افصاح: 2/226)

## ۸. مسلمانوں کے خلاف مشرکین کا ساتھ دینا اور ان کی مدد کرنا: اللہ تعالیٰ کا فرمان گرامی ہے:

﴿وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ فَاِنَّ مِنْهُمْ اَنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيَ الْقَوْمَ الظَّالِمِيْنَ﴾

”جس نے تم میں سے ان کافروں سے دوستی کی وہ انہی میں سے ہوگا۔ اللہ ظالم قوم کو ہدایت نہیں کرتا۔“ [5] [المائدہ: ۵۱] (مجموعۃ التوحید)

[5] ایمان کے منافی امور میں سے یہ بھی ہے کہ مومنوں کے مقابلہ میں کافروں سے دوستی رکھی جائے، اس لئے کہ مسلمانوں پر کافروں، یہود و نصاریٰ، نیز تمام مشرکوں سے دشمنی رکھنی واجب ہے اور ان سے محبت رکھنے سے احتیاط و پرہیز ضروری ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا عَدُوِّي وَعَدُوَّكُمْ أَوْلِيَاءَ تُلْقُونَ إِلَيْهِم بِالْمَوَدَّةِ وَقَدْ كَفَرُوا بِمَا جَاءَ كُمْ مِنَ الْحَقِّ﴾ [الممتحنہ: ۱] ”اے ایمان والو! میرے اور اپنے دشمن کو اپنا دوست مت بناؤ تم ان کو محبت کی نظر سے دیکھتے ہو، اور وہ اس چیز کا کفر کرتے ہیں جو تمہارے پاس سچ پہنچا ہے۔“ یہاں تک کہ اگر باپ دادا کافروں تو ان سے محبت رکھنا حرام ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿لَا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ يُوَادُّوْنَ مَنْ حَادَّ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ وَلَوْ كَانُوا آبَاءَهُمْ أَوْ أَبْنَاءَهُمْ أَوْ إِخْوَانَهُمْ أَوْ عَشِيرَتَهُمْ﴾ (المجادلہ: ۲۲) ”اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھنے والوں کو آپ اللہ اور اس کے رسول سے دشمنی کرنے والوں سے محبت رکھتے ہوئے برگزینہ پائیں گے اگرچہ وہ ان کے باپ یا ان کے بیٹے یا ان کے بھائی یا ان کے کنبہ (قبیلہ) کے (عزیز) ہی کیوں نہ ہوں۔“ اسلام اور مسلمانوں کے تعلق سے یہود و نصاریٰ کامکرو فریب، ان کی ریشہ دوانیاں، اہل اسلام کے ساتھ ان کی جنگیں، اور دین کی راہ میں رکاوٹیں کھڑی کرنا، اسلام کو نقصان پہنچانے کے لئے بھاری مال خرچ کرنا، ان کے یہ تمام معاملات بالکل واضح ہیں موجودہ دور میں کفار و مشرکین کے ساتھ بعض مسلمانوں کی دوستی کی ایک صورت یہ ہے کہ ان کے ساتھ بغیر کسی دعوتی مقصد کے رہائش اختیار کی جائے، یا بلا ضرورت ان کے شہروں کا سفر کیا جائے اور ان کا لباس، ان کی عادات و اطوار اور عام طرز زندگی میں ان کی مشابہت اختیار کی جائے، ان کی زبان و تہذیب اپنائی جائے۔

## ۹. اس بات کا اعتقاد رکھنا کہ بعض پیروں اور ولیوں، یا کسی اور کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کے خلاف کام کرنے کی اجازت ہے، جیسے حضرت خضر علیہ السلام کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت کے برعکس کام کرنے کی اجازت تھی۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَمَنْ يَتَّبِعْ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِينَ﴾ [آل عمران: ۸۵]

”جو کوئی اسلام کے علاوہ کوئی اور دین تلاش کرے گا وہ اس سے ہر گز قبول نہ کیا جائے گا اور وہ انسان آخرت میں گھاٹا پانے والوں میں سے ہو گا۔“



۱۰۔ اللہ تعالیٰ کے دین سے روگردانی کرنا۔ نہ اس کی تعلیم حاصل کرے، اور نہ ہی اس کے مطابق عمل کرے۔ [6] اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِآيَاتِ رَبِّهِ ثُمَّ أَعْرَضَ عَنْهَا إِنَّا مِنَ الْمُجْرِمِينَ مُنتَقِمُونَ﴾ [السجده: ۲۲]  
”اس سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا؟ جس کو اس کے پروردگار کی آیات سے یاد دہانی کرائی گئی، مگر اس نے منہ موڑا، بے شک ہم مجرموں سے انتقام لینے والے ہیں۔“

[6] اس سے مراد اتنی تعلیم کا حصول ہے جس سے انسان اپنی روز مرہ کی عبادت کو بطریق احسن ادا کرسکے؛ اور توحید و شرک کی پہچان حاصل ہو۔

نو/ہم نوٹ:

\* پہلی بات: ... ان نواقض کا ارتکاب کرنے والے تمام لوگوں کے لیے ایک ہی حکم ہے اس میں کوئی فرق نہیں کیا جائے گا کہ کوئی مذاق میں ایسی بات کہہ رہا ہے یا سنجیدگی میں، یا پھر خوف کے مارے ایسی بات کہہ رہا ہے۔ سوائے اس انسان کے جس پر زبردستی کرتے ہوئے یہ کلمات کہلوائے جائیں۔

\* دوسری بات: ... ان تمام نواقض کے خطرات سب سے زیادہ ہیں۔ اور اکثر طور پر پیش آنے والی باتیں ہیں۔ مسلمان پر واجب ہوتا ہے کہ ان باتوں سے بچ کر رہے اور اپنے نفس پر ان کلمات کے صادر ہونے کا خوف محسوس کرتا رہے۔